سلسلۂ تصانیف دارالاشاعت نمبر

رسالہ پیارے ولیوں کے پیر و مرشد

ہمارے خواجہ

یعنی

سلطان غریب نواز خواجہ اجمیری کے مفصل حالات

جن کو سلیس طریقہ پر عام فہم زبان میں

مولانا خواجہ معین اجمیری

نے لکھا اور

سید محمد امین نائب ناظم دارالاشاعت معینیہ فخریہ خدام خواجہ اجمیر نے

باہتمام منشی عبد العزیز خاں منیجر

[illegible] پریس آگرہ میں چھپوایا

بھگوت گیتا

پر

ایک نظر

(از مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب)

ہندوستان کے مشہور و معروف قدیم اوتار سری کرشن جی کے اقوال اور ملفوظات پر مندرجہ ذیل عنوانات کے ماتحت ایک زبردست محققانہ تبصرہ کیا گیا ہے۔ تشریح۔ ہندو دھرم۔ مہابھارت کی روایت۔ ترجمہ بھگوت گیتا کیا ہے۔ سری کرشن جی کا فلسفہ و معرفت۔ تصوف۔ وحدت الوجود۔ کلمات توحید۔ زیارت اور معرفت کی حقیقت۔ گیتا میں معتقدات۔ [illegible]

آفرینش عالم۔ آواگون۔ تخلیق۔ تناسخ

آخر میں خاتمہ کے زیر عنوان مذاہب عالم سے تعلق ایک دلچسپ اور محققانہ بحث ہے۔ بہرحال یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ غالباً ایک روپیہ قیمت ہوگی۔ تقریباً ۱۵۰ صفحات کی کتاب ہے۔

سید محمد امین نائب ناظم دارالاشاعت سیفیہ تحریر قلم خواجہ عبد اللطیف

پیدائش | ۵۳۷ھ مطابق ۱۱۴۲ء میں ہمارے خواجہ پیدا ہوئے، بعض لوگ پیدائش کی تاریخ ۵۳۰ھ بتاتے ہیں اور بہت سے تذکرہ لکھنے والے ۵۳۵ھ، ۵۳۶ھ، ۵۳۷ھ کو بھی آپ کی پیدائش کا سن لکھتے ہیں۔

نام و نسب | اصل نام معین الدین، والد ماجد کا نام سید غیاث الدین حسن ہے جو نسب میں حضرت امام موسیٰ کاظم کے پوتے ہوتے ہیں۔ والدہ ماجدہ کا نام ام الورع بی بی ماہ نور ہے جو چند واسطوں سے حضرت امام حسن کی پوتی ہوتی ہیں۔ اس طرح ہمارے خواجہ باپ کی طرف سے حسینی اور ماں کی طرف سے حسنی سید ہوئے۔

ماں باپ | بزرگ کہتے ہیں کہ نیک ماں باپ اگر اپنی محنت سے اولاد کی [illegible] تو سب سے اچھے [illegible] دوسری طرف خدائے تعالیٰ نے دین و دنیا کی بہت سی خوبیاں [illegible] عطا فرمائی تھیں، جن کی وجہ سے بستی کے تمام لوگ ان کی عزت [illegible] تھے۔

بہن بھائی | کسی کتاب سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ ہمارے خواجہ کے علاوہ آپ کے والد ماجد کے گھر میں کوئی اور بچہ بھی پیدا ہوا یا نہیں، جو پتا یا جاسکے کہ آپ سے چھوٹے بڑے بھائی بہن تھے، بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ آپ کے دو بھائی تھے لیکن اس سے زیادہ حال کسی کو معلوم نہیں۔

خواجہ کا وطن | ہمارے خواجہ سنجر میں پیدا ہوئے، یہ ایک قصبہ کا نام ہے، جو

نقشہ کی رو سے بحیرۂ اخضر کی جنوبی سمت ایران و خراسان کی آخری سرحد پر شہر طہران سے تقریباً ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر شمال و مشرق کے گوشہ میں واقع ہے۔ [illegible] اور [illegible] درجہ اسکا طول و عرض ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی پیدائش موضع سجز میں ہوئی ہے لیکن صحیح پہلا قول ہی ہے۔

زمانہ خراب تھا

جس زمانہ میں ہمارے خواجہ پیدا ہوئے وہ زمانہ مسلمانوں کے لئے بہت ہی خراب تھا۔ مسلمان آپس میں لڑ رہے تھے اور اگر ایک طرف تاتاری لٹیرے قتل و غارت پر آمادہ تھے تو دوسری طرف ملاحدہ اور فرقہ باطنیہ کے لوگ مسلمانوں کو گمراہ کرکے ایمان و اسلام کی دولت برباد کرنے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔

سلطان سنجر مارا گیا

خواجہ صاحب کے بچپن ہی میں سلطان سنجر اور تاتاریوں کے درمیان ایک زبردست لڑائی ہوئی جس میں سلطان سنجر مارا گیا۔ پھر ہمارے خواجہ کے وطن کی سرزمین میں بھی تباہی پھیل گئی اور تمام صوبے [illegible] ایک سرے سے دوسرے سرے تک لوگ اپنا گھر بار چھوڑ کر ادھر ادھر بھاگ گئے۔

وطن چھوڑ دیا

ہمارے خواجہ کے والد ماجد نے جب زمانہ کا یہ رنگ دیکھا اور اپنے وطن میں ہر طرف تباہی دیکھی، تو وہ بھی وطن چھوڑ دینے پر مجبور ہوگئے۔ آخر ایک دن اپنے بال بچوں کو لے کر چل کھڑے ہوئے، اور خراسان کے [illegible] شہر میں سنجر بود و باش اختیار کی۔ چنانچہ آپ کے حالات لکھنے والے اکثر لوگوں نے یہی تسلیم کیا ہے کہ آپ کے بچپن کا زیادہ زمانہ خراسان ہی میں گذرا ہے۔

یتیمی کا داغ

۵۵۱ھ مطابق ۱۱۵۶ء میں جب ہمارے خواجہ کی عمر کا پندرھواں سال شروع ہوا تو آپ کو اس چھوٹی سی عمر میں ایک بڑا صدمہ

پیش آیا۔ یعنی باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور یتیمی کا داغ آپکو نصیب ہوا۔

والد کی قبر بغداد شریف جانے والے بہت سے ہندوستانیوں کا بیان ہے کہ ایک قبر کی نسبت وہاں کے مجاورین یہ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ اجمیر کے والد ماجد کا مزار ہے لیکن کتابوں میں یہ تفصیل کہیں نہیں ملتی ہاں اگر مجاورین کا یہ بیان صحیح سمجھا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ ہمارے خواجہ کے والد ماجد نے بغداد میں انتقال فرمایا، اب یہ نہیں معلوم کہ ہمارے خواجہ اُسوقت اپنے والد ماجد کے ساتھ تھے یا نہیں۔

ماں کا سایہ بھی اٹھ گیا ابھی یتیمی کا داغ دل سے نہیں مٹا تھا کہ شفیق ماں کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا، اور ہمارے خواجہ کو تھوڑی سی مدت میں یکے بعد دیگرے دل ہلا دینے والے دو دو صدمے اُٹھانے پڑے۔

خواجہ کا استقلال چھوٹی سی عمر میں ننھے سے دل پر مصیبتوں کے اتنے بڑے دو پہاڑ ٹوٹے اور اس میں شبہ نہیں کہ ہمارے خواجہ ان صدموں سے غمگین بھی ہوئے، لیکن ضبط و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، بلکہ ہمت اور حوصلے سے کام لیا، اور اپنے والد مرحوم کے کاروبار کو نہایت ہوشیاری کے ساتھ سنبھالا۔

خواجہ کا باغ یتیم ہونے کے بعد مرحوم باپ کی پنچکّی اور اُن کے باغ کی دیکھ بھال آپ کو کرنی پڑی، اور ہمارے خواجہ دن بھر ٹہنیوں کے کاٹنے چھانٹنے، درختوں کو پانی دینے اور نئے پودے لگانے میں مشغول رہتے اور باغ کی پیداوار یعنی ترکاریوں اور پھلوں کو بازار میں بکوا کر ان داموں سے گھر کا خرچ چلاتے۔

خواجہ کی پنچکّی باغ کی آمدنی کے علاوہ آپ کی پنچکّی بھی چلتی تھی۔ اس میں شہر والے آٹا پسواتے تھے، مگر یہ چکّی ایسی نہیں تھی جیسی آجکل

آٹا پیسنے کی چکیاں بازاروں میں نظر آتی ہیں بلکہ ایران و خراسان میں ایک ایسی چکی ایجاد ہوئی تھی جس کے چکّے پر پانی کا دھارا پڑتا تھا اور اُس کے زور سے وہ چکّہ گھومتا تھا پھر اُس چکّے کی گردش سے چکّی کا پاٹ چکّر کھاتا تھا، اگلے زمانہ میں ہندوستان میں بھی ایسی چکیاں وہیں سے آئی تھیں اور اب بھی پنجاب و سرحد کے علاقہ میں جہاں کوئی نہر جاری ہے، اُسکے پانی سے یہ چکّیاں چلتی ہیں۔

خراسان کی تباہی

زمانہ کی حالت ابھی درست نہیں ہونے پائی تھی کہ خراسان والوں پر ایک نئی بلا اور نازل ہوئی، یعنی جس عام لوٹ مار سے گھبرا کر آپ کے والد ماجد نے دیس چھوڑ کر پردیس میں گھر بنایا تھا۔ آپ کی یتیمی کے کچھ عرصہ بعد وہی لوٹ مار خراسان میں پھر شروع ہو گئی، آخر غزوں کے ترکوں سے سلطان سنجر نے شکست کھائی اور تاتاری لٹیروں کو لوٹ مار اور کشت و خون کا پھر موقع ملگیا۔

نیشاپور میں قتل عام

خاصکر نیشاپور میں تو ان بیرحم وحشیوں نے وہ قتل عام مچایا کہ زمین و آسمان بھی کانپ اُٹھے، خانقاہوں مدرسوں اور مسجدوں میں غرض کسی جگہ اور کسی مقام پر کسی شخص کو پناہ نہ ملی اور ہر طرف لاشوں کے انبار اور تودے لگ گئے۔

علما قتل ہو گئے

ان قتل ہونے والوں میں عام لوگ ہی نہیں تھے بلکہ بڑے بڑے عالموں اور بزرگوں کو بھی ان ظالموں کی تلواریں کھا گئیں، چنانچہ محمد ابن یحییٰ شافعیؒ جو ایک زبردست عالم تھے، عبدالرحمٰن بن عبدالصمد جن کے علم و فضل کا یہ مرتبہ تھا کہ خود سلطان سنجر اُن کی عزت کرتا تھا، احمد حسین بن کاتب جو مسلمانوں کے مشہور صوفی امام قشیری کے نواسے تھے اور خود بڑے عالم تھے۔ امام علی صباغ جو اُس زمانہ کے مشہور عالم تھے۔ اِسی طرح اور بھی

بہت سے علما و فضلا کو ظالموں نے موت کے گھاٹ اُتار کر اُنکے کتب خانوں میں آگ لگا دی۔

دنیا کچھ نہیں

یتیمی کی مصیبت پھر ان مسلسل خونریزیوں کے واقعوں نے آپ کے دل پر ایک غیر معمولی اثر کیا اور آپ دن رات اسی سوچ میں رہنے لگے کہ دُنیا بار بار کروٹیں کیوں بدلتی ہے؟ زندگی کے ان تماشوں کو موت کس واسطے ختم کر دیتی ہے اور زندگی کا اصل مقصد کیا ہے؟ آخر سوچتے سوچتے دل نے یہ فیصلہ کر لیا کہ یہ دُنیا کچھ نہیں، اور اسکا عیش و آرام، اس کی تکلیف و مصیبت عارضی ہے، حقیقی اور اصلی راحت انسان کو اُسی وقت مل سکتی ہے جبکہ وہ اپنے خدا کو پہچان لے۔

قندوزی مجذوب

ہمارے خواجہ ابھی دُنیا سے الگ تھلگ ہو کر ظاہری اور باطنی علم اور معرفت حاصل کرنے کی فکر ہی کر رہے تھے کہ اسی اثنا میں اتفاقاً ایک دن آپ کے باغ میں ایک مجذوب بے پوچھے گھس آئے۔ ''انکا نام ابراہیم قندوزی تھا، عام لوگ ان سے عقیدت رکھتے تھے، اور اس ظاہری دیوانے کو خدا کی پہچان کے معاملہ میں بڑا ہشیار سمجھتے تھے۔

ہاتھوں ہاتھ لیا

مجذوب کو باغ میں آتے دیکھ کر ہمارے خواجہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور ایک درخت کے سایہ میں اپنی چادر بچھا کر اُنکو بٹھایا۔ پھر اپنے باغ کے کچھ پھل اُنکے سامنے رکھدئے، مجذوب صاحب نے کچھ کھایا کچھ پھینکا اور پھر اپنی کشکول سے روٹی یا کھل کا ٹکڑا نکالا اور اپنے مُنہ میں چبا کر خواجہ کو دیا، ہمارے خواجہ چونکہ شروع ہی سے درویشوں کا ادب اور فقیروں سے محبت کرتے تھے اس لئے مجذوب کے اُس دئے ہوئے ٹکڑے کو بلا تکلف کھا گئے۔

دُنیا چھوڑی

تھوڑی دیر کے بعد مجذوب صاحب تو چلدئے لیکن ہمارے خواجہ کے دل میں یہ خیال بالکل جم گیا، کہ دُنیا کے سارے کام چھوڑ کر خدا کی

یاد اور تلاش میں عمر بسر کرنی چاہیئے اور دُنیا کی اس کھیتی میں نیکی کا بیج بوکر آخرت کے لئے کچھ توشہ جمع کرنا چاہیئے۔ چنانچہ باغ اور پنچکی بیچکر آپ دُنیا سے بالکل بے تعلق ہو گئے

پہلے علم، پیچھے عمل

پنچکی اور باغ کی قیمت سے کچھ دام تو اپنے سفر خرچ کے لئے رکھے، اور کچھ خدا کے نام پر فقیروں کو دیدئے، پھر یہ خیال آیا کہ خدا کی یاد اور تلاش علم کے بغیر ناممکن ہے اسلئے سب سے پہلے علم حاصل کرنا چاہیئے تاکہ عمل میں غلطی اور خرابی نہ واقع ہو۔

مسافر طالب العلم

اُس زمانہ میں نہ ریل گاڑی تھی نہ کرایہ پر موٹریں چلتی تھیں کہ جو مسافر آسانی کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچ جاتے بلکہ راستہ میں ہر قسم کا خطرہ تھا جنگلی جانور اور جنگلی آدمی یعنی ڈاکو مسافروں کی گھات اور تاک میں لگے رہتے تھے، اسلئے بڑے دل گردہ والا مرد ہی تنہا سفر کرنے کی ہمت نہ کرسکتا تھا۔

ہمارے خواجہ کو چونکہ علم کی سچی طلب تھی، اس لئے نہ راستہ کی دوری کا خیال کیا، نہ سفر کے خطروں سے آپ کے دل میں کچھ ہراس پیدا ہوا بلکہ خدا کا نام لے کر اپنے گھر سے پیدل نکل کھڑے ہوئے اور ایک مسافر طالب العلم کی حیثیت سے منزل بمنزل ٹھرتے ٹھراتے راستہ چلتے رہے۔

سمرقند اور بخارا

نیشاپور کی تباہی اور بربادی کے بعد سمرقند اور بخارا دو شہر ایسے تھے جہاں گھر گھر علم کا چرچا تھا، اور مسلمانوں کے بڑے بڑے عالم وہاں درس دیا کرتے تھے، اور یہ دونوں مقام اس زمانہ میں علم اور علم حاصل کرنے والوں کا مرکز بنے ہوئے تھے، مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ پہلے آپ سمرقند پہنچے یا بخارا، البتہ تمام تذکرہ لکھنے والے اس بات میں متفق ہیں کہ آپ نے سمرقند اور بخارہ میں رہکر علم کی تکمیل کی مگر غالب گمان یہ ہے کہ پہلے آپ سمرقند پہنچے۔

قرآن حفظ کر لیا

سمرقند پہنچکر سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کیا، پھر صرف ونحو، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، تفسیر اور دوسرے عقلی علوم کی کتابیں پڑھیں۔

خواجہ کے استاد

جب سمرقند اور بخارا میں طالب علمی کا زمانہ گذرا ہے تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اِس عرصہ میں کئی استادوں کی شاگردی آپکو نصیب ہوئی ہوگی، لیکن تذکرہ لکھنے والوں نے آپ کے اُستادوں کی فہرست میں صرف ایک مولانا حسام الدینؒ کا نام لکھا ہے۔

جوانی علم پر صدقے

جوانی کا زمانہ بڑا ہی اُمنگوں اور ولولوں کا زمانہ ہوتا ہے اور انسان جوانی کے نشہ میں اپنی زندگی فضول برباد کرکے بڑھاپے میں اپنی حالت پر آنسو بہاتا ہے، ہمارے خواجہ نے ویسے بچپن میں والد کی وفات سے پہلے ہی خانگی طریقہ پر کچھ تعلیم ضرور پائی تھی، پھر پندرہ سولہ برس کی عمر سے لیکر بتیس ۳۲ سال کی عمر تک علمی مشغلہ کے سوائے آپکا دوسرا کوئی کام نہ تھا، گویا آپ نے اپنی عزیز جوانی علم پر صدقے کردی۔

حدیث کا درس دیا

مولانا سید ہاشم فتحپوری مجھ سے فرماتے تھے کہ انھوں نے کتب خانۂ آصفیہ میں پانچویں یا چھٹی صدی کے ایک محدث کا لکھا ہوا "محدثین کا تذکرہ" دیکھا ہے اِس کتاب میں ہمارے خواجہ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ نے تین سال مدینہ طیبہ میں رہ کر حدیث کا درس دیا ہے، قیاس کہتا ہے کہ علم کی تکمیل کے بعد آپ نے یہ حلقہ، درس آراستہ فرمایا ہوگا۔

خواجہ زبردست عالم تھے

اگرچہ کتابوں میں بہت ہی مختصر طریقہ پر ہمارے خواجہ کی طالب العلمی کا حال لکھا ہے جس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آپ کس مرتبہ اور کس شان کے عالم تھے، مگر چونکہ اِس زمانہ میں علم سینہ بہ از

علم سفینہ کی مثل عام تھی اور لوگ جو کچھ پڑھتے تھے اپنے سینہ میں محفوظ کر لیتے تھے، موجودہ زمانہ کی طرح کتابوں اور کتب خانوں کے بھروسہ پر نہیں رہتے تھے، اس محنت و شوق سے اندازہ کر لو کہ اس زمانہ کے طالب علم اور اوستاد کس شان کے ہوتے ہوں گے پھر ہمارے خواجہ نے تو برسوں شوق اور محنت کے ساتھ علم کے باغ کی سیر کی تھی اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ خواجہ زبردست عالم تھے۔

پیر کی تلاش ۵۶۲ھ مطابق ۱۱۶۷ء میں جب آپکی عمر کے بتیس سال گذر چکے تھے، اور پڑھتے پڑھاتے آپکو ایک مدت ہو چکی تھی تو آپ کے دل میں حق کی تلاش اور قدرت کی پوشیدہ باتیں معلوم کرنیکا شوق ہوا، جس کے لئے ظاہری علم کے علاوہ باطنی علم کی بڑی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ مرید ہونے کے ارادہ سے آپ پیر کی تلاش میں نکلے تاکہ ظاہری صورت کے ساتھ ہی ساتھ باطنی کیفیت بھی آپ کو حاصل ہو۔

خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ قصبہ ہرون علاقہ نیشاپور کے رہنے والے حضرت خواجہ عثمان ہرونی، چشتیہ خاندان کے بہت بڑے بزرگ تھے اور جابجا آپ کی عظمت اور بزرگی کا تذکرہ لوگوں کی زبانوں پر تھا، جب ہمارے خواجہ کے کانوں تک آپ کی شہرت اور بزرگی کا آوازہ پہنچا اور آپ کو معلوم ہوا کہ آجکل آپ بغداد میں تشریف رکھتے ہیں تو ہمارے خواجہ آپ سے مرید ہونیکی نیت کر کے بغداد کی جانب روانہ ہو گئے۔

خواجہ مرید ہو گئے سفر کی منزلیں کچھ دن میں طے کر کے ہمارے خواجہ بغداد میں پہنچے اسوقت پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی کو رحلت فرما کر زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا، جب ہمارے خواجہ بغداد میں پہنچے تو سب سے پہلے خواجہ عثمان ہرونی کو تلاش کیا اور بالآخر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے مرید ہو گئے۔

بغداد کا خلیفہ یہ وہ زمانہ تھا کہ بغداد المستنجد باللہ ابو المظفر یوسف بن المقتضی لامراللہ عباسی خلیفہ کا دار السلطنت تھا جو ۵۵۵ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا تھا، مگر خلافت اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ خلیفہ شاہ شطرنج کی طرح بالکل بے اختیار اور بے بس تھا، اور وزیر سلطنت ابو الفرح عضد الدین تمام ملکی معاملات پر حاوی ہو گیا تھا، آخر ۵۶۳ھ میں خلیفہ نے اپنی بے بسی اور بے چارگی سے مجبور ہو کر ابن البلدی ابو جعفر شرف الدین احمد کو اپنی وزارت کا قلمدان دیدیا، جس نے عضد الدین کے سب کس بل نکال دئے۔

بیس سال خدمت کی مرید ہونے کے بعد ہمارے خواجہ پیرو مرشد کے حکم کی تعمیل سے دم بھر بھی غافل نہیں ہوئے۔ اور رات دن پیر کے سامنے کمر بستہ رہے اور اسی طرح کامل بیس سال پیر کی خدمت کی، یہاں تک کہ سفر میں پیرو مرشد کا بستر اسر پر اٹھا کر ہمیشہ اُن کے ساتھ رہے۔ بعض تذکرہ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ آپ نے ڈھائی سال تک پیر کی خدمت کی لیکن بالکل غلط واقعہ ہے۔

مقصد پورا ہو گیا بیس سال کی خدمت کے بعد باطنی تعلیم کی تکمیل ہو گئی، ریاضت اور چلہ کشی بھی خوب کر لی۔ اور آخر کار جس مقصد کی تلاش اور طلب میں گھر بار چھوڑ کر سفر اختیار کیا تھا وہ پورا ہو گیا، یہاں تک کہ پیر کی زبان سے بھی یہ خوش خبری سُن لی کہ "معین الدین تمہارا کام پورا ہو گیا" بلکہ کئی بار پیرو مرشد نے اپنے سعادت مند مرید کی مریدی پر ان الفاظ میں فخر کیا "مارا بر مریدی او تفاخر میبا شد"

خلافت بھی ملگئی آخر ایک روز پیرو مرشد نے اجازت نامہ تحریر فرما کر آپ کو عنایت فرما دیا اور جو تبرکات سلسلہ کے بزرگوں سے پیرو مرشد کو ملے تھے سب کے سب ہمارے خواجہ کو عطا فرما دئے گئے اور آپ کو خلافت کا مرتبہ حاصل ہو گیا۔

پتہ نہیں چلتا

اگرچہ بیس سال ہمارے خواجہ پیر و مرشد کے ساتھ ساتھ رہے اور یاد الٰہی کے طریقے سیکھتے اور روحانی منزلیں طے کرتے رہے، لیکن ان بیس برسوں میں کیا کیا واقعات پیش آئے تفصیل کے ساتھ انکا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

پیر نے رخصت فرما دیا

خلافت عطا فرمانے کے بعد پیر و مرشد خود تو گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا "اے معین الدین مخلوق سے طمع نہ رکھنا، آبادی اور بستی میں کبھی قیام نہ کرنا، کسی سے ہرگز کچھ نہ مانگنا، غرض اسی قبیل کی کچھ نصیحتیں کرنے کے بعد ہمارے خواجہ کی پیشانی چومی اور آپ کو خدا کی اماں میں دیکر رخصت فرمایا، تاکہ خدا کی مخلوق کو نفع پہنچائیں، اور راستہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی رہنمائی فرمائیں"۔ اسوقت ہمارے خواجہ کی عمر باون ۵۲ سال کی تھی۔ اور ۵۸۲ھ ۱۱۸۷ء کا زمانہ تھا۔

مکے مدینے میں

پیر و مرشد سے رخصت ہو کر آپ سیدھے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوئے، اور وہاں سے بیشمار سعادتیں اور برکتیں اپنے ساتھ لیکر مدینہ منورہ میں حاضری دی۔ اور اس سفر میں بہت سے بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی۔ اور بہت سے کامل درویشوں سے بھی ملے۔

ہندوستان جاؤ

مدینہ منورہ کی حاضری کے زمانہ میں ایک رات خواب میں سردار دو عالم حضرت رسول اللہ کی زیارت سے سرفراز ہوئے اور حضور کو ارشاد فرماتے سُنا کہ اے معین الدین تم ہمارے دین کی مدد کرنے والے ہو لہذا ہندوستان جاؤ اور ہمارے اسلام کی تبلیغ کرو، آنکھ کھلتے ہی ہمت کی کمر باندھ کر کھڑے ہوئے اور حکم کی تعمیل کے ارادہ سے اپنے نانا جان کی چوکھٹ چوم کر مدینہ طیبہ سے روانہ ہو گئے۔

دھوم مچ گئی

مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر بغداد میں پہنچے، رفتہ رفتہ آپ کی آمد کا

حال لوگوں کو معلوم ہوا تو سارے بغداد میں دھوم مچ گئی اور آپ کے پاس ہر وقت مخلوق جمع رہنے لگی، اسی قیام کے زمانہ میں شیخ نجم الدین کبریٰ سے بھی ملاقات ہوئی جو ایک مشہور و معروف بزرگ ہوئے ہیں۔

کرمانی درویش

اسی زمانہ میں کرمانی درویش شیخ اوحد الدین کرمانی بغداد میں موجود تھے اور فقیری اور درویشی میں دخل رکھتے تھے وہ خود خدمت میں حاضر ہوئے اور ہمارے خواجہ کی باطنی توجہ سے فیض حاصل کیا۔

چشتی اور سہروردی

شیخ شہاب الدین سہروردی بھی جو سہروردی خاندان کے بڑے مشہور بزرگ ہوئے ہیں اسوقت بغداد میں موجود تھے، ہمارے خواجہ اور اُن کی بھی خوب خوب صحبتیں رہیں اور ان صحبتوں سے چشتی اور سہروردی دونوں بزرگوں کو عجیب و غریب روحانی ذوق حاصل ہوتا رہا۔

بابا بختیار

اسی قیام بغداد کے زمانہ میں ہمارے خواجہ کے خلیفۂ اعظم خواجہ قطب الدین بختیار کاکی بھی تیئیس ۲۳ چوبیس ۲۴ برس کی عمر میں مرید ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ قصبۂ اوش کا ہے۔ لیکن یہ بیان صحیح نہیں ہے۔

ہمدان کا سفر

بغداد شریف میں ایک زمانہ تک ہمارے خواجہ نے اپنے فیض و کرم کے دریا سے بہت سے پیاسوں کو سیراب کیا، پھر بغداد سے روانہ ہو کر ہمدان میں قیام فرمایا، یہاں شیخ یوسف ہمدانی سے ملاقات ہوئی اور دلچسپ صحبتیں رہیں۔

پیر کی بے چینی

اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہرونی رضی کو ہمارے خواجہ کے دیکھنے کا کچھ ایسا اشتیاق ہوا کہ آپ بے چین ہو گئے اور ایک مرید سعادتمند خواجہ فخر الدین کو ساتھ لیکر اپنے قابلِ فخر مرید کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

باغ بنگیا پیرو مرشد مرید کو تلاش کرتے ہوئے ایک دن ایسے مقام پر پہنچے جہاں ایک آتش کدہ تھا۔ اور لوگ آگ پوجتے تھے، حضرت نے انکو آگ پوجنے سے روکا، اور جب وہ نہ مانے تو آپ اُن آتش پرستوں کے ایک سات سالہ لڑکے کو لیکر آگ میں کود پڑے، آتشکدہ باغ بنگیا، اور آپ کو یا اُس لڑکے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، یہ دیکھ کر سب آتش پرست مسلمان ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ کرامت گجرات کے علاقے میں ظاہر ہوئی ہے لیکن یہ غلط ہے۔

تذکرے خاموش ہیں اس سوال کے جواب میں تمام تذکرے خاموش ہیں کہ اس سفر میں حضرت خواجہ عثمان ہرونی کو ہمارے خواجہ کا دیدار حاصل ہوا یا نہیں، بعض تذکرہ لکھنے والوں کا بیان ہے کہ آتشکدہ والے مقام پر حضرت خواجہ عثمان ہرونی مسلسل ڈھائی سال تک مقیم رہے ہیں، اس بیان کو صحیح تسلیم کرنے کی حالت میں ملاقات ہونے کا گمان غالب ہو جاتا ہے۔

تبریز کی سیر جب ہمارے خواجہ ہمدان میں بھی جی بھر کے رہ چکے تو آپ تبریز کیجانب روانہ ہوئے، یہاں پہنچکر حضرت شیخ ابو سعید تبریزی سے ملاقات کی، جو اپنے زمانہ کے بہت بڑے بزرگ تھے، اور جن کی مجلس بڑے بڑے درویشوں، صوفیوں، اور عالموں سے ہمیشہ بھری رہتی تھی۔

اصفہان کا سفر تبریز سے روانہ ہوئے تو اصفہان کا ارادہ کر کے اور اصفہان میں پہنچے تو شیخ محمود اصفہانی سے ملاقات فرمائی۔ یہ شیخ محمود بھی بڑے پایہ کے بزرگ ہوئے ہیں۔

خرقان کا قیام کچھ دن اصفہان میں رہنے کے بعد خرقان میں پہنچکر قیام کیا، تذکرہ لکھنے والوں کا بیان ہے کہ کامل دو سال تک خرقان ہی کے آس پاس دورہ فرماتے رہے اور خرقان کی سرحد سے باہر نہیں نکلے۔

استرآباد کی سیر

پورے دو سال کے بعد خرقان سے روانہ ہوئے تو استرآباد پہنچے یہاں پہنچکر شیخ ناصرالدین استرآبادی کی پاک صحبت کا لطف اُٹھایا، یہ شیخ ناصرالدین صرف دو واسطوں سے حضرت بایزید بسطامی کے مرید تھے۔

ہرات کا سفر

استرآباد سے روانہ ہوکر ہرات میں پہنچے، یہاں کہیں مستقل قیام نہیں فرمایا، بلکہ دن بھر ادھر اُدھر گشت لگاتے اور جب رات ہوتی تو شیخ الاسلام عبداللہ انصاری کے مقبرہ میں گذارتے۔

قبرستان میں پڑاؤ

جس شہر میں جاتے اپنے پیرومرشد کی نصیحت کے مطابق آبادی سے دُور کسی قبرستان میں پڑاؤ ڈالتے اور جب مخلوق آپ کے حال سے واقف ہوجاتی اور آپ کے پاس اہل غرض کا ہجوم رہنے لگتا تو آپ اُس مقام سے چُپ چاپ روانہ ہوجاتے۔ چنانچہ ہرات سے بھی اسی طرح لوگوں کی آنکھ بچاکر خاموشی کے ساتھ آپ روانہ ہوگئے۔

جان نثار پیر بھائی

خواجہ فخرالدین جو اپنے پیرومرشد خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت کرتے ہوئے آپ کو تلاش کرنے میں پیر کے ساتھ تھے، پیرومرشد کے حسب الحکم ان ہی مقامات میں سے کسی مقام پر آکر آپ سے ملگئے اور آپ کے ساتھ ہوگئے، اگرچہ کسی مقام کی تخصیص اور تعین کرنا ناممکن ہے لیکن ان کی ہمراہی یقینی ہے۔

سبزوار پہنچ گئے

ہرات سے روانہ ہوکر سبزوار پہنچ گئے، اور اسوقت خواجہ فخرالدین آپ کے پیر بھائی آپ کے ہمراہ تھے، یہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ یہاں کا حاکم فسق وفجور میں مبتلا ہے۔ آپ نے اُسی حاکم کے باغ میں قیام فرمایا۔

حاکم بیہوش ہوگیا

اسی اثنا میں حاکم سبزوار شیخ محمد کی یادگار کی سواری بھی اُدھر آنکلی، حاکم نے اپنے باغ میں ان دو اجنبی آدمیوں کو

جو بے تکلف بیٹھے دیکھا تو پہلے اپنے ملازمین کو ڈانٹا، پھر آگے بڑھ کر ہمارے خواجہ سے مغرورانہ لہجہ میں گفتگو کرنے لگا، پہلے تو آپ چُپ رہے مگر جب حاکم کی زیادتی بڑھتی گئی تو آپ نے غضبناک نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھا وہ فوراً بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑا۔ یہ ماجرا دیکھ کر حاکم کے ملازمین آپ کے قدموں میں گر کر معافی چاہنے لگے، آپ نے پانی پر کچھ دم کرکے اُس کے مُنہ پر چھینٹے مارے جس کے بعد وہ ہوش میں آگیا۔

پیر پر قربان ہوش میں آتے ہی پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کی، پھر مرید ہوکر اپنا سارا ساز و سامان پیر و مرشد کی محبت میں قربان کرکے شیخ محمد یادگار آپ کے ہمراہ ہو گئے۔

بلخ کا قیام یہاں سے روانہ ہوکر آپ بلخ میں پہنچے، اور شیخ احمد خضرویہ کی خانقاہ میں ٹھہرے، بلخ میں یہ خانقاہ بہت مشہور تھی، اور شیخ حضرت خضرویہ حضرت حاتم اصم کے مرید اور خلیفہ تھے، آپ نے سلطان ابراہیم ادہم اور حضرت بایزید بسطامی کو بھی دیکھا تھا۔

پرند کا شکار ہمارے خواجہ ایک روز ٹہلتے ٹہلتے بلخ سے نکلکر پاس والے ایک گاؤں میں پہونچ گئے، یہاں ایک خوش نما باغ لگا ہوا تھا، اور باغ سے متصل ایک مدرسہ بھی تھا جس میں ضیاء الدین نامی ایک فلسفی معقولات کا درس دیا کرتا تھا، آپ کے پاس تیر کمان موجود تھی اس سے ایک پرند کا شکار کیا اور خواجہ فخر الدین نے کباب بنائے۔

پڑھا لکھا بھول گیا جس فلسفی کا یہ باغ تھا وہ صوفیوں سے خاص دشمنی رکھتا تھا اور اپنے علم کے غرور میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ جب اُسے آپ کی آمد کا حال معلوم ہوا تو آپ سے بحث کرنے کو آپ کے پاس آبیٹھا، اُسوقت آپ کباب کھا رہے تھے۔ ایک کباب اُٹھا کر آپ نے اُس کو بھی دے دیا۔

جس کے کھاتے ہی فلسفی اپنا سارا پڑھا لکھا بھول گیا اور بیخود ہو گیا آپ نے ایک دوسرا کباب اور اس کے منہ میں ڈالدیا جس کو کھا کر وہ ہوش میں آ گیا۔

قدموں میں گر گیا

یہ کرامت دیکھ کر فلسفی قدموں میں گر گیا اور توبہ کرنے لگا، پھر مرید ہونے کی درخواست کی، آپ نے بیعت کر لیا اب وہی فلسفی آپ کے باطنی فیض اور برکت سے درویش کامل مولانا ضیاء الدین ہو گئے۔

بلخ سے غزنی

بلخ سے روانہ ہو کر ہمارے خواجہ غزنی پہنچے اور یہاں خواجہ عبدالواحد غزنی سے ملاقات کی جو اس علاقہ میں ایک مشہور درویش تھے اور بڑے پایہ کے بزرگ تھے، کچھ دن لطف صحبت رہا اور مہمان و میزبان ایکدوسرے سے روحانی لطف اٹھاتے رہے۔

کچھ دن لاہور میں

غزنی سے روانہ ہو کر ہمراہیوں سمیت لاہور میں آ کر دم لیا، مخدوم علی داتا گنج بخش ہجویری کی خانقاہ میں ٹھہرے داتا صاحب پانچویں صدی کے مشہور و معروف بزرگ ہوئے ہیں۔

چالیس درویش

ہمارے خواجہ کے حالات لکھنے والوں میں سے بہت سے لوگوں نے لکھا ہے کہ جب آپ ہندوستان میں پہنچے تو چالیس درویش آپ کے ساتھ تھے، بعضوں کی عبارت یہ ہے کہ چالیس خادموں کی جماعت کے ساتھ آپ نے ہندوستان کی زمین پر قدم رکھا۔

کون کہاں سے ساتھ ہوا

مگر کسی کتاب میں یہ نہیں بتایا گیا کہ ان چالیس درویشوں میں سے کون کہاں سے ساتھ ہوا اور کون کہاں سے ساتھ ہوا، نہ کسی نے یہ لکھا ہے کہ کسی ایک ہی مقام سے چالیس درویشوں کی یہ پوری جماعت ایک ہی وقت میں آپ کے ساتھ ہو گئی۔ نہ یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ یہ سب درویش ایک جگہ کے رہنے والے تھے، لہذا یہ ماننا پڑے گا کہ ایک ایک کر کے یہ لوگ آپ کے

ساتھ ہوتے گئے، یہاں تک کہ چالیس کی تعداد پوری ہوگئی۔

نام معلوم نہیں تذکرہ لکھنے والوں نے ان چالیس درویشوں کے نام بھی کسی جگہ نہیں لکھے ہیں، اس لئے کسی کو انکے نام معلوم نہیں۔ البتہ خواجہ فخرالدین، شیخ محمد یادگار، اسی طرح اور ایک دو بزرگوں کا ساتھ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً کتاب احوال علمائے فرنگی محل میں جناب مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی مرحوم کا ایک قول نقل ہے، جس میں اودھ کے مشہور قاضی حضرت قاضی قدوہ کو حضرت خواجہ عثمان کا مرید اور ہمارے خواجہ کے ساتھ آپکا اجمیر آنا بتایا ہے۔

ہندوستان اور مسلمان اس میں شبہ نہیں کہ ۱۳ھ یعنی حضرت فاروق اعظم عمر بن خطاب کی خلافت کے زمانہ سے ہمارے خواجہ کے زمانہ تک ہندوستان پر اسلامی بادشاہوں کے کئی حملے ہوئے اور ایران و توران اور تاتار کے تاجداروں نے سینکڑوں مرتبہ چڑھائیاں کیں، لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کُل ہندوستان پر کسی مسلمان بادشاہ کا قبضہ ہوگیا ہو، ہاں ہندوستان کے سرحدی مقامات پر کئی بار مسلمانوں کی حکومت ضرور قایم ہوگئی۔

لاہور میں اسلام یہی وجہ تھی کہ جس وقت ہمارے خواجہ لاہور میں داخل ہوئے ہیں تو یہاں اسلامی اثر و نشان موجود تھا۔ اور مسلمانوں کی صورتیں نظر آتی تھیں، اور مسجدوں، خانقاہوں اور مدرسوں کی عمارتیں بھی کھڑی ہوئی تھیں۔

لاہور کے بزرگ جس طرح بادشاہوں کے قدم ہندوستان کے سرحدی مقامات سے آگے نہیں بڑھے، اسی طرح مسلمان درویشوں میں سے بھی شاید ہی خدا کا کوئی خاص بندہ ہندوستان کے اندر داخل ہوا ہو۔ ورنہ زیادہ اصحاب، سرحدی مقاموں تک آکر ٹھہر گئے، چنانچہ شیخ یوسف ملتانی، شیخ ابوالحسن علی، شیخ فخرالدین زنجانی، بابا حاجی نصر مندہی، داتا گنج بخش لاہوری کے حالات سے ہمارے

اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔

ہندوستان کی حالت

غرض اسوقت ہمارے خواجہ لاہور میں مقیم ہیں، اور دل کی آنکھ سے ہندوستان اور ہندوستانیوں کی حالت کا اندازہ لگا رہے ہیں یہ وہ زمانہ ہے کہ راجہ رام چندر جی، سری کرشن جی، مہاتما گوتم بدھ اور ایسے ہی دوسرے اوتاروں کا پڑھایا ہوا توحید کا سبق انکی پیروی کا دم بھرنے والے بالکل بھول چکے ہیں اور ان پرانے موحدوں کی تعلیم پرانی ہو کر فنا ہو گئی ہے۔ ابتو اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے بت اپنے ہاتھ سے لگائے ہوئے درخت، اور اپنے گھر کے پلے ہوئے جانور ہر جگہ پوجے جا رہے ہیں، چھوت چھات کا رواج عام طور سے پھیل چکا ہے۔ اور لوگ سختی کے ساتھ اس کے پابند ہیں، جادو اور سحر کا بھی ہر طرف دور دورہ ہے۔ بہر حال مذہبی اور اخلاقی ہر اعتبار سے ہندوستان اصلاح کا محتاج ہے۔

لاہور سے دہلی

جب لاہور میں رہتے رہتے کچھ دن گذر گئے تو دہلی کے ارادے سے ہمارے خواجہ اپنے ساتھیوں سمیت یہاں سے روانہ ہوئے دن بھر راستہ طے کرتے، رات کو کسی گاؤں میں ٹھہر کر سستاتے۔ غرض اسی طرح ٹھہرتے ٹھہراتے، سفر کی تکلیفیں اٹھاتے سفر کر رہے ہیں۔

پتھورا کی ماں

دہلی اور اجمیر کے راجہ رائے پتھورا کی ماں جو نجوم اور جادو کے علم اور فن سے اچھی طرح واقف تھی وہ اپنے علم کے ذریعے ہمارے خواجہ کی آمد اور پتھورا کی تباہی کا نقشہ پہلے ہی دیکھ چکی تھی۔

راجدھانی الٹ دیگا

اُس نے اپنے بیٹے کو ہمارے خواجہ کی آمد سے بارہ برس پہلے ہی خبردار کر دیا تھا کہ اتنے زمانہ کے بعد اس شکل اور صورت کا ایک مسلمان درویش تیری راجدھانی میں آئیگا اور تیری راجدھانی الٹ دیگا، اور اس سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں ہے۔ اچھا یہی ہے کہ اُس سے مت اُلجھنا،

خواجہ کی تصویریں

پتھورا نے ماں کی نصیحت اس طرح مانی کہ اُسکے بتائے ہوئے حلیہ کے مطابق ہمارے خواجہ کی کئی تصویریں بنواکر اپنے علاقہ کے تمام ذمہ دار پولس افسروں کو تقسیم کرادیں اور ہر تصویر کے ساتھ ایک حکمنامہ بھی بھیجا۔

قید کرلو یا مار ڈالو

اس حکم نامہ میں یہ لکھا ہوا تھا کہ تصویر کو اپنے پاس رکھو اور ہوشیار رہو۔ کہ اس صورت شکل کا درویش جب ملے فوراً قید کرلو اور ہمارے پاس بھیجدو، اور اگر قید کرکے بھیجنا مشکل نظر آئے تو کسی نہ کسی حیلے اور بہانہ سے اُسے مار ڈالو اور ہمکو اطلاع دو، جو شخص ان دونوں باتوں میں سے ایک بات پوری کردیگا اُسکو خزانہ سے انعام دیا جائیگا۔

یہ تصویریں اب بھی ہیں

میرے نانا مولانا سید زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تذکرۃ المعین میں اپنے کانوں سے سُنی ہوئی اس روایت کو لکھا ہے کہ راجپوتانہ کے علاقہ کی ایک چھوٹی سی ریاست شاہ پور کے راجہ صاحب کے خزانہ میں یہ تصویریں ابھی تک موجود ہیں۔

پولس نے تاڑ لیا

لاہور سے روانہ ہونے کے بعد سفر کرتے کرتے ایک دن ہمارے خواجہ سمانہ نام ایک قصبہ میں ٹھیرے راجہ کی پولس نے جو پہلے ہی سے آپ کی تاک میں لگی ہوئی تھی اور ایک زمانہ سے گاؤں گاؤں آپکی تصویر لئے پھر رہی تھی اس مقام پر آپ کو فوراً تاڑ لیا، مگر آپ کے نورانی چہرہ سے وہ ہیبت برس رہی تھی کہ کسی کو آپ سے بات کرنیکی مجال نہوئی،

کوئی مکر نہ چلا

اب راجہ کے آدمیوں نے آپ کو دھوکے سے مار ڈالنے کی یہ ترکیب نکالی کہ آپ کی خدمت میں پہنچکر میٹھی میٹھی باتیں بنانے لگے اور اس گھات میں رہے کہ موقعہ پاکر آپ کو ہلاک کرڈالیں، لیکن ہمارے خواجہ اُن کی ان باتوں میں کب آنے والے تھے، چنانچہ وہاں سے اُسی وقت روانہ ہوگئے اور اُن لوگوں کا کوئی

مگر نہیں چلا۔

دہلی کا قیام کچھ دن بعد ہمارے خواجہ اپنے جان نثاروں کی مختصر جماعت کو ساتھ لئے ہوئے دہلی میں داخل ہوئے۔ یہاں پہنچکر آپ نے کچھ روز ٹھہرنے کے ارادے سے قیام کیا، راجہ کے جو آدمی آپ کی تلاش میں پھر رہے تھے یہاں بھی آپ کو پہچان گئے، مگر آپ کے رعب کی وجہ سے آپ کے سامنے کسی کی زبان بھی نہ کھل سکی اور نہ آپ پر دھوکے کا کوئی منتر چل سکا۔

اجمیر کو روانگی یہاں تک کہ کچھ عرصہ قیام کے بعد نہایت اطمینان کے ساتھ آپ اجمیر کی طرف روانہ ہوگئے، اور آپ کے حسن وجمال کی شمع کے چالیس پروانے بھی آپ کو اپنے حلقہ میں لئے ہوئے ساتھ ساتھ تھے، اور آپ کی نورانی صورت کو دیکھہ دیکھکر ان جان نثاروں کے دلوں کی ہمتیں بڑھتی تھیں۔

سات سو مسلمان ہمارے خواجہ اپنے پیرو مرشد سے رخصت ہونیکے بعد سفر کرتے کرتے جس گاؤں اور جس شہر میں ٹھہرتے تو اپنی باطنی توجہ اور ظاہری اخلاق سے اپنے دین کی تبلیغ ضرور کرتے رہے اور خدا جانے کتنے انسانوں کو خدا کا سیدھا راستہ دکھایا، مگر اسکا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ دہلی سے اجمیر پہنچتے پہنچتے سات سو آدمی آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، یہ روایت ایک انگریز مؤرخ مسٹر آرنلڈ نے اپنی کتاب دعوت اسلام میں لکھی ہے۔

اجمیر کی سرحد میں اللہ والوں کی یہ چھوٹی سی جماعت اپنے سردار کے ساتھ ساتھ آخر اجمیر کی سرحد میں داخل ہوگئی اسوقت یہ مقام ہندوستانیوں کا سب سے بڑا مرکز مانا جاتا تھا۔ اور رائے پتھورا کا پایہ تخت تھا جس کو ہندوستان کے سب سے بڑے راجہ ہونیکی وجہ سے پرتھوی راج کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

شیخ جمالی کا بیان ہمایوں بادشاہ کے زمانہ میں شیخ جمالی مرحوم نے سیر العارفین

کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب میں ہمارے خواجہ کے اجمیر پہنچنے کی نسبت ان کا بیان ہے کہ شہاب الدین غوری جب ہندوستان کو فتح کر چکا اور قطب الدین ایبک دہلی کا بادشاہ ہو چکا تو آپ لاہور سے روانہ ہوئے۔ اسی بنا پر بعض تذکرہ لکھنے والوں نے یہی بیان کیا ہے۔

بالکل غلط ہے شیخ جمالی کا یہ بیان بالکل غلط ہے کیونکہ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجہ اُسوقت اجمیر میں پہنچے ہیں جب رائے پتھورا راج کر رہا تھا۔ چنانچہ شہاب الدین غوری کو جو فتح نصیب ہوئی ہے وہ ہمارے ہی خواجہ کی دعا کا نتیجہ تھا۔

فرشتہ کا بیان کسی آسمانی فرشتہ کا نہیں بلکہ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ایک مؤرخ گذرا ہے جس نے تاریخ فرشتہ لکھی ہے اسکا بیان ہے کہ ہمارے خواجہ محرم کی دسویں تاریخ ۵۶۱ھ میں اجمیر پہنچے اور اسی بنا پر بعض تذکرہ لکھنے والوں نے بھی یہی بیان کیا ہے۔

صحیح نہیں فرشتہ کا بیان بھی شیخ جمالی کے بیان کی طرح صحیح نہیں۔ اور اس کی کئی دلیلیں ہیں۔ مگر چونکہ اس مختصر کتاب میں ان دلیلوں کا بیان کرنا بے موقع ہو جائیگا اسلئے اسوقت صرف دو دلیلیں بیان کی جاتی ہیں تاکہ ہر شخص آسانی کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی صحیح رائے قائم کر سکے۔

پہلی دلیل اگلے پچھلے تمام تذکروں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ہمارے خواجہ کے اجمیر پہنچنے کے بعد شہاب الدین غوری نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو اُسے کامیابی حاصل ہوئی، اور ہندوستان کی بادشاہت ملگئی۔ اب اگر فرشتہ کا بیان صحیح مان لیا جائے تو اسکے یہ معنی ہوتے ہیں کہ شہاب الدین نے گیارہ کے گیارہ حملے ہمارے خواجہ کی موجودگی میں کئے ہیں کیونکہ ۵۷۱ھ سے اُسکے حملے شروع ہوئے ہیں۔

دوسری دلیل

اسی طرح بڑے چھوٹے بہت سے تذکروں کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ جب ہمارے خواجہ کو پیر و مرشد سے خلافت ملی تو اسوقت آپ کی عمر باون سال کی تھی لہذا ۵۳۰ھ کو ہمارے خواجہ کی پیدایش کا سن ماننے والوں کے حساب سے ۵۸۲ھ پیر و مرشد سے رخصت ہونیکا سن ہے۔ پھر ۵۶۱ھ میں اجمیر پہنچنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔

غلطی کیوں کی

فرشتہ نے یہ غلطی کیوں کی اسکی بظاہر صرف یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ اُس کے خیال میں ہمارے خواجہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں صرف ڈہائی سال رہے ہیں۔ اور یہ بات فرشتہ نے شیخ جمالی کی کتاب سے لی ہے۔

یہ بھی غلط ہے

شیخ جمالی اور فرشتہ کا یہ بیان بھی غلط ہے کیونکہ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجہ کامل بیس سال تک پیر و مرشد کی خدمت میں رہے اور حضرت محبوب الٰہی کے اس بیان میں کسی غیر مسلم مورّخ کو بھی کسی شبہ کی گنجایش نہیں ہوسکتی، کیونکہ حضرت محبوب الٰہی حضرت خواجہ فریدالدین گنجشکر کے خلیفہ ہیں اور حضرت گنجشکر خواجہ فریدالدین ہمارے خواجہ کی زیارت کرچکے ہیں، لہذا حضرت محبوب الٰہی کا بیان سنا سنایا نہیں ہے بلکہ آنکھوں سے دیکھنے کے برابر ہے۔

اجمیر یا آجامیر

اسوقت اجمیر اُن پہاڑوں میں آباد تھا جہاں تارا گڈھ کا قلعہ اب بھی موجود ہے۔ اور اُس پرانے اجمیر کی شہر پناہ بھی ابھی تک قایم ہے۔ یہ شہر دوسری صدی عیسوی میں آجا نام ایک راجہ نے بسایا تھا جو اجے پال کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اس شہر کا اصلی نام آجامیر تھا۔ آجا سنسکرت میں سورج کو کہتے ہیں اور میر پہاڑ کو، مگر یہاں آجا سے بادشاہ کا نام مراد ہے یعنی آجا کا پہاڑ۔

سب سے پہلی دیوار

آجا یا اجیپال راجہ نے اپنے شہر آجامیر کے چاروں طرف شہر پناہ کے طور پر جو دیوار بنوائی تھی اُس کے متعلق تاریخ لکھنے والوں کا یہ بیان ہے کہ یہ دیوار ہندوستان میں سب سے پہلی دیوار ہے اور اس دیوار کو تنکر سترہ سو سال

کا زمانہ ہوا ہے۔

خواجہ خطرے میں کچھ تو جوت چھات کے رواج سے اور کچھ پتھورا کی ماں کی پیشینگوئی کے خیال سے مسلمانوں کا ہندوستان کے اندر داخل ہونا گویا اُن کے لئے اپنی موت کو خود بلانا تھا۔ پھر اجمیر تو خاص پایہ تخت تھا۔ اس لئے یہاں مسلمانوں کے ساتھ جو جو بدسلوکیاں کی جاتیں کم تھیں، لہٰذا اجمیر کی اس حالت کو دیکھتے ہوئے یقین کر لینا چاہیئے کہ ہمارے خواجہ اجمیر میں داخل ہو کر ایک بہت بڑے خطرے میں تھے۔

خواجہ بیفکر تھے مگر ہمارے خواجہ کے دل میں ذرّہ برابر بھی کوئی خوف اور ہراس نہیں تھا۔ بلکہ آپ کو بالکل بے فکری تھی اسلئے کہ پتھورا کی ماں کو اگر نجوم کے ذریعہ آپ کی جیت اور اپنے بیٹے کی ہار کا علم ہو چکا تھا تو آپ کو بھی روحانی طریقہ سے اپنی فتح اور پتھورا کی شکست کا پورا یقین تھا۔ پھر گھبرانے اور ڈرنے کی کیا وجہ ہو سکتی تھی۔

درخت کے نیچے آرام جب خواجہ شہر کے قریب اُس جنگل میں پہنچ گئے، جہاں اس وقت اجمیر آباد ہے تو ایک بڑے درخت کے سایہ میں آرام لینے کے خیال سے ساتھیوں سمیت بیٹھ گئے، مگر یہاں راجہ کے اونٹ بندھا کرتے تھے چنانچہ شتربانوں نے جب اِن غیر ملکی مسافروں کو یہاں بیٹھے دیکھا تو غصّہ میں آکر یہاں سے اُٹھ جانے کو کہا آپ نے نرمی سے جوابدیا کہ اچھا ہم اُٹھ جاتے ہیں، تمہارے اونٹ بیٹھے رہیں گے۔

اونٹوں کو زمین نے پکڑ لیا۔ ہمارے خواجہ یہ کہہ کر اپنے ساتھیوں سمیت یہاں سے چل کھڑے ہوئے اور آنا ساگر کے قریب ایک پہاڑی پر آکر ٹھہرے، ادہر جب شام ہوئی تو راجہ کے اونٹ آکر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے، مگر جب دوسرے دن صبح کو اُنکے چرانے والوں نے اُنکو اُٹھانا چاہا تو اونٹ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکے، جیسے اُنکو زمین نے پکڑ لیا ہو۔

ساربانوں نے معافی مانگی اونٹ چرانے والوں سے جب نہ بن پڑی، تو انکو بڑی فکر ہوئی، آخرانکو خیال آیا کہ ہو نہ ہو یہ اس درویش کی بد دعا کا اثر ہے جس کو کل ہمنے اِس جگہ سے زبردستی اُٹھایا تھا۔ چنانچہ تلاش کرتے ہوئے وہ آپ کے پاس آئے اور ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے لگے، تو آپ نے کہا جاؤ اونٹ اُٹھ گئے، اور ایسا ہی ہوا۔

خواجہ کا چِلّہ جس پہاڑی پر ہمارے خواجہ نے قیام کیا، یہاں ایک غار بھی تھا، جو ابھی تک موجود ہے اور خواجہ کا چِلّہ کہلاتا ہے، اِس غار میں یا اِس غار سے باہر زمین کے فرش پر آسمانی شامیانے کے نیچے ہمارے خواجہ نے اپنے تمام خادموں کے ساتھ مستقل طور پر رہنا اختیار کر لیا۔

بیشمار بتخانے ایک مسجد اسوقت اجمیر کے ہر گھر میں ایک بتخانہ تھا، اور ہر تالاب کے کنارے سینکڑوں بت خانے تھے، اِس حساب سے ہمارے خواجہ اسوقت ایک ایسی جگہ ٹھہرے ہوئے تھے جہاں بت خانوں کا کوئی شمار نہ تھا۔ چنانچہ جس پہاڑی پر آپ مقیم تھے وہیں کی زمین برابر کر کے آپ نے بھی اپنے خدا کی عبادت کے لئے ایک جگہ بنالی۔ گویا اُن بے شمار بتخانوں میں صرف یہی ایک مسجد تھی۔

اذان کی آواز جب نماز کا وقت آتا تو اِس مسجد سے اذان کی صدا بلند ہوتی، اور بت خانوں کی دیواروں سے ٹکراتی ہوئی پجاریوں کے کان میں پہنچتی اور غصہ سے اُن کی رگوں میں خون جوش مارنے لگتا، اسکے علاوہ پچھلے پہر کے وظیفے اور درود کے شور سے پرند اور چرند بھی جاگ اٹھتے، اور پجاری اِن آوازوں کو سُن سنکر خون کی گھونٹیں پی کر رہ جاتے اور روزانہ جمع ہو کر خدا والوں کی اس جماعت کو اجمیر سے نکال دینے یا ہلاک کر دینے کے خیالی منصوبے سوچا کرتے۔

تسکار پر جھگڑا اِس زمانہ میں ایک دن آنا ساگر کے کنارے پر بعض نے کچھ پرندوں

کاشکار کیا، پھر کباب بنا کر ہمارے خواجہ کے سامنے لائے۔ اور سب نے ملکر کھا تا کھایا۔ اس واقعہ کی خبر جیسے ہی قریب کے مندروں میں پہونچی تو پجاریوں کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی، اور سب کے سب ہتیار لگاکر آپ کے پاس آئے اور جھگڑا کرنے لگے۔ پھر جیسے جیسے آپ نرمی سے بات کرتے رہے وہ زیادہ شیر ہوتے گئے۔

مٹھی بھر خاک

آخر جب ہمارے خواجہ نے دیکھا کہ یہ لوگ لڑنے کے ارادے ہی سے آئے ہیں تو زمین سے مٹھی بھر خاک لی اور اسپر آیت الکرسی دم کر کے اُن لوگوں کیطرف پھینکی جسکا یہ اثر ہوا کہ سب کے سب سُن کر اپنی اپنی جگہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے، اور تھوڑی دیر کے بعد جب ذرا ہوش آیا تو شرمندہ ہو کر چپ چاپ واپس ہو گئے۔

پانی پر لڑائی

اسی زمانہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ہمارے خواجہ اور آپ کے تمام ساتھی روزانہ آناساگر کے گھاٹ پر وضو اور غسل کیا کرتے تھے، اور چونکہ تالاب کے ہر گھاٹ پر مندروں کی عمارتیں تھیں اسلئے مندر کے پجاری اور برہمن ہمیشہ روکتے تھے اور آخر ایک دن تو سب کے سب جھگڑے پر تیار ہو گئے۔

دریا کوزہ میں

ہمارے خواجہ نے اُن لوگوں سے تو کچھ نہ کہا مگر پہاڑی پر آکر ایک جان نثار کو حکم دیا کہ جاؤ اور ہمارے لوٹے میں تالاب سے پانی لے آؤ، جسکی اسی وقت تعمیل کی گئی۔ مگر یہ عجیب تماشا دیکھا کہ تالاب کا پورا پانی، ایک لوٹے میں آگیا ہے۔ گویا کوزہ میں دریا والی مثل بالکل سچی ہو گئی ہے۔

تنگ آکر معافی مانگی

یہ ماجرا دیکھ کر پجاریوں کے ہوش اُڑ گئے، پھر تالاب کے سوکھ جانے سے جو تکلیف ہوئی اس نے سب دم خم نکال دئے۔ آخر تنگ آکر کچھ لوگ ہمارے خواجہ کی خدمت میں آئے منت سماجت سے معافی مانگی آپ نے لوٹے کا پانی واپس تالاب میں ڈلوا دیا۔ اور آناساگر میں پانی پھر

موجیں مارنے لگا۔

بہت بڑا جلسہ یہ واقعات معمولی نہیں تھے کہ لوگ دیکھتے اور چپ ہوجاتے چنانچہ ایک دن مندروں کے سب رہنے والوں نے ایک بہت بڑا جلسہ کیا، اور اس میں یہ تجویز پاس کی کہ ان مسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح اجمیر سے نکالنا چاہیئے ورنہ یہ لوگ رفتہ رفتہ اپنا اثر جمالیں گے جو ہمارے مذہب اور ہمارے واسطے بہت بڑے نقصان کا سبب ہوگا۔

سادھو کے پاس چلو مگر اتنا ضرور جانتے تھے کہ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ اسکے لئے بڑی قوت والے شخص کی ضرورت ہے چنانچہ سب نے سوچا کہ سادھو کے پاس چلو، سادھو جادو اور نجوم کے فن میں بڑے پایہ کا شخص تھا۔ راجا اور پرجا غرض تمام لوگ اس سے عقیدت رکھتے تھے۔ آخر سب کے سب اُسکے پاس گئے اور تمام قصہ حرف بحرف سُنا دیا۔

سادھو اور چیلے پہلے تو یہ قصہ اور ماجرا سنکر سادھو بہت گھبرایا اور کہنے لگا کہ یہ شخص اپنے دین میں کوئی بہت بڑا بزرگ ہے اور اسکے سامنے کسی کا چراغ جلنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ مگر پجاریوں کی خوشامد درآمد پر جی کڑا کر کے اُٹھا اور اپنے تمام چیلوں کے ساتھ میں ہمارے خواجہ کے مقابلہ کو آیا۔

منتر اور چھومنتر یہ دیکھ کر ہمارے خواجہ کے بعض غلاموں کو کسی قدر تشویش ہوئی مگر آپ نے اطمینان دلایا کہ جس خدا نے ہماری اب تک مدد کی ہے اب بھی وہی ہماری امداد کرے گا۔ یہ کہہ کر سادھو اور اُس کے چیلوں پر ایک ایسی نگاہ ڈالی کہ سادھو اور اُس کے تمام چیلوں کی زبانیں بند ہوگئیں اور یاد کئے ہوئے سارے منتر چھومنتر ہو گئے۔

اسلام قبول ہے سادھو اپنی مجبوری، اور ہمارے خواجہ کی اس غیر معمولی قوت

کو دیکھ کر کانپنے لگا۔ اور اسکے تمام چیلے بھی جہاں کے تہاں کھڑے رہ گئے۔ کچھ دیر کے بعد سادھو آگے بڑھا۔ اور قدموں میں گرا۔ معافی چاہی اور مسلمان ہو گیا۔ اور اسکے چیلے بھی پکار اُٹھے کہ اسلام قبول ہے۔ یہ سادھو اب سعدی دیو کے نام سے مشہور ہے اور ہمارے خواجہ کے چلّے سے شمال کی جانب اسکی چھتری بنی ہوئی ہے۔

راجہ سے فریاد

مندر کے پجاریوں نے جو یہ کیفیت دیکھی تو وہاں سے بے تحاشا بھاگے اور فریادی بنکر راجہ کے دربار میں پہونچے، اور شروع سے آخر تک تمام قصہ صحیح صحیح سناکر امداد اور داد کے طالب ہوئے اِن لوگوں کی زبانی یہ پورا ماجرا سنکر راے پتھورا پر سناٹا چھا گیا اور وہ گردن جھکا کر بہت دیر تک سوچتا رہا۔

راجہ حیران تھا

راجہ کو ان قصّوں کا پہلے ہی سے علم ہو چکا تھا اور وہ سخت حیران پریشان تھا کہ آخر کیا کرے۔ کیونکہ ایک طرف ماں کی پیشینگوئی اور نصیحت یاد آتی تھی تو تباہی کا نقشہ اُس کی آنکھوں کے سامنے پھر جاتا تھا۔ اور ہمارے خواجہ کو ستانے کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا۔ مگر دوسری طرف انسانی طبیعت کے مطابق اُس کی خواہش یہ تھی کہ کسی طرح یہ مسلمان یہاں سے چلے جائیں اور مجھے بےفکری حاصل ہو۔

درویشوں سے نہ اُلجھو

آخر کچھ دیر سوچکر راجہ نے اِن لوگوں کو سمجھایا کہ ابھی درویشوں سے نہ اُلجھو۔ اور اُن کو اُن کے حال پر رہنے دو، ہاں کچھ دنوں کے بعد کوئی ترکیب ایسی نکالی جائے گی کہ یہ لوگ اپنی خوشی سے یہ شہر چھوڑ دیں، ورنہ اُن کی غیر معمولی قوت کو دیکھتے ہوئے ان کو شہر سے زبردستی نکالنا مشکل ہی نہیں بلکہ خود اپنی خرابی اور تباہی کا سبب معلوم ہوتا ہے۔

سینوں کی آگ نہ بجھی

راجہ کے اس حکم سے ظاہری دشمنی اور مخالفت کا جو بازار گرم تھا اگرچہ وہ ٹھنڈا ہو گیا لیکن بہت سے لوگوں کے دلوں میں جو عداوت کی آگ دبی ہوئی تھی وہ نہیں بجھی اور وہ لوگ دن رات اسی چکر میں رہے۔

کہ کسی طرح ان مسلمانوں کو اپنی سرحد سے نکالدیں اور پھر چین سے پاؤں پھیلا کر سوئیں۔

روحانی کشش

رفتہ رفتہ ہمارے خواجہ کی روحانی کشش نے اپنا اثر دکھایا، چنانچہ کچھ لوگ کرامتیں دیکھ دیکھکر بعض محض آپ کی نورانی صورت اور پیاری شکل کی زیارت کرکے اور کچھ آپ کے عمدہ اخلاق اور اچھی عادتوں کا اثر لے کر یا تو مسلمان ہو گئے۔ یا آپ سے عقیدت رکھنے لگے۔ اور روز بروز ایسے لوگوں کی تعداد بڑھتی ہی رہی اور خواجہ کا فیض عام ہوتا رہا۔

اہل غرض کی بھیڑ

یہاں تک کہ کچھ دنوں بعد ہمارے خواجہ کے پاس اہل غرض کی بہت زیادہ بھیڑ ہونے لگی اور آپ کی دعا کی برکت سے سینکڑوں بیمار اچھے ہو گئے، ہزاروں کے مقصد بر آئے، اور بہت سے لوگوں نے منہ مانگی مرادیں پائیں، گویا ہمارے خواجہ کی سخاوت کا دریا جوش میں برابر بہہ رہا تھا، جس سے اپنے اور پرائے سبھی اپنی اپنی پیاس بجھا رہے تھے۔ اور اسکے باوجود دریا کی روانی اور اسکے جوش میں تھوڑی سی بھی کمی نہیں آ رہی تھی۔

پتھورا کو خطرہ

ہمارے خواجہ کے مریدوں کا سلسلہ روز بروز اسطرح بڑھتے اور آپکی بزرگی کا نقش لوگوں کے دلوں پر جمتے دیکھکر پتھورا کو اپنی سلطنت کے زوال کا خطرہ محسوس ہونے لگا۔ اور اُسنے گھبرا کر جوگی اجیپال کو بلوایا اور اُس سے مدد چاہی

جوگی اجیپال

جوگی اجے پال خاندانی حیثیت سے راے پتھورا کا رشتہ دار تھا، مگر جوگ اور فقیری کی دُھن میں دُنیا سے بالکل بے تعلق ہو کر اجمیر سے کچھ کوس کے فاصلہ پر پہاڑوں میں رہا کرتا تھا اور جادوگری کے فن میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا بلکہ اسکے سینکڑوں شاگرد ایسے تھے جو اپنے فن میں پوری مہارت رکھتے تھے۔

شہر میں منادی

اجے پال اپنے جادو کے زور اور علم کے غرور میں جھومتا ہوا آگے بڑھا اور اُسکے تمام چیلے بھی اُسکے پیچھے پیچھے خواجہ کے چلہ کیطرف

روانہ ہوئے، راجہ نے اپنے سارے شہر میں منادی کرا دی کہ آج اجے پال جوگی اپنے کرتب اور ہنر دکھائے گا اسلئے کہ ایک مسلمان درویش سے مقابلہ ہے۔

تماشائیوں کا ہجوم

چنانچہ یہ لڑائی اور تماشہ دیکھنے کے شوق میں چلّے کی پہاڑی کے ارد گرد ہزاروں تماشائیوں کا ہجوم ہوگیا، اور ہر شخص اس لڑائی کے نتیجہ پر اپنی اپنی عقل کے مطابق غور کرنے لگا۔

خواجہ کی مسکراہٹ

آدمیوں کا یہ طوفان اور لڑائی کا یہ سامان دیکھکر ہمارے خواجہ کے بعض ساتھیوں کو ہر فکر ہوا۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ ہمارے خواجہ یہ سب کچھ دیکھکر مسکرا رہے ہیں تو انکا خوف اور فکر بھی جاتا رہا گویا خواجہ کی مسکراہٹ نے اُنہیں ہمت کی روح پھونک دی۔

سب ایک حلقہ میں

ہمارے خواجہ نے جب اجے پال جوگی کو چیلوں سمیت اپنی طرف آتے دیکھا تو آپ اوٹھے اور اپنی اونگلی سے زمین پر ایک حلقہ کا نشان بنایا، اور کچھ پڑھ کر چاروں طرف پھونکا، پھر اپنے ساتھ کے لوگوں کو حکم دیا کہ خبردار کوئی اس حلقہ سے باہر نہ نکلے، چنانچہ ہمارے خواجہ اور سب ایک حلقہ میں بیٹھ گئے۔

سات بار اندھا

اجے پال جوگی کے ساتھ راستہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا یعنی جب وہ ہمارے خواجہ کے مقابلہ کا ارادہ کرکے راجہ کے محل سے نکلا تو راستہ چلتے ہوئے اُسکے دل میں ہمارے خواجہ کی طرف سے جب کوئی بُرا خیال پیدا ہوا تو وہ فوراً اندھا ہوگیا، پھر جادو کے زور سے اپنی آنکھوں کو بینا کیا، غرض اسی طرح سات بار اندھا ہوا اور ہر مرتبہ جادو کے زور سے بینائی حاصل کی۔

پتھر برسائے

جب اجے پال ہمارے خواجہ کے مقابلہ پر پہنچ گیا تو اپنے چیلوں کو ہنر دکھانے کا حکم دیا۔ اور چیلوں نے منتر پڑھنے شروع کئے۔

جسکا یہ اثر ہوا کہ پہاڑ کی بڑی بڑی چٹانیں آسمان پر اُڑنے لگیں اور خود اپنے زور میں شق ہو ہو کر زمین پر گرنے لگیں، یہ سب کچھ ہوا مگر اس حلقہ میں ایک کنکری بھی نہ گری جس میں ہمارے خواجہ اور آپ کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔

سانپ بچھو اسکے بعد چیلوں نے ایک دوسرا منتر پڑھا اور پہاڑ پر ہر طرف سینکڑوں قسم کے سانپ اور بچھو نظر آنے لگے۔ مگر یہ زہریلے جانور بھی سب کے سب ہمارے خواجہ کے قایم کئے ہوئے حصار کے گرد پھرتے رہے اور اندر داخل نہ ہوئے، بلکہ حصار کے قریب پہنچکر ہر جانور اسطرح تڑپ کے واپس ہوتا تھا، جیسے کسی آگ کی بھٹی کے پاس چلا گیا ہو۔

آگ کی بارش دو مرتبہ ناکامی اُٹھانے کے بعد اجے پال کے سب چیلوں اور شاگردوں نے غصہ سے لال ہو کر ایک بار پھر زور لگایا اور آسمان سے آگ برسنے لگی۔ مگر آگ کی ایک چنگاری بھی اُس حصار کے اندر نہیں پڑی جس میں ہمارے خواجہ اپنے ساتھیوں سمیت بیٹھے ہوئے تھے۔ بلکہ اس حلقہ کے قریب قریب گرنے والی دہکتی ہوئی چنگاریاں ایسی ٹھنڈی ہو گئی تھیں جیسے کسی نے انکو پانی میں غوطہ دیکر نکالا ہو۔

اجیپال کا غصّہ یہ دیکھہ کر اجے پال کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور وہ غصہ کے مارے اوّل فول بکتا ہوا آگے بڑھا اور ہمارے خواجہ سے کہنے لگا، اے مسلمان درویش اگر تمہیں اپنی جان پیاری ہے تو خیر اسی میں ہے کہ اپنے ساتھیوں کو لیکر یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ میں جوگی ہوں۔ اجیپال میرا نام ہے۔ یاد رکھو کہ اس پہاڑی کو الٹ دونگا، اور تم لوگوں کا سرمہ بنجائے گا۔ مگر ہمارے خواجہ یہ باتیں سنکر بھی مُسکراتے رہے اور کوئی جواب نہیں دیا،

ہوا پر اُڑنے لگا یہ دیکھہ کر اجے پال نے ہرن کی کھال آسمان کیطرف پھینکی وہ ہوا

میں اُڑنے لگی، پھر خود بھی اوچھل کر اُس پر بیٹھ گیا اور اُڑتے اُڑتے اتنا بلند ہوا کہ نگاہوں سے چھپ گیا، غالباً اس کرتب کو دکھانے کا یہ مقصد تھا کہ ہمارے خواجہ اُس کی یہ غیر معمولی طاقت دیکھ کر اُس سے ڈر جائیں۔

خواجہ کی جوتیاں اسکے بعد ہمارے خواجہ نے اپنی جوتیوں کو حکم دیا جاؤ اور اس بے دین کو نیچے اُتار لاؤ۔ جوتیاں حکم بجا لائیں اور ہوا میں اُڑ کر نظروں سے چھپ گئیں، تھوڑی دیر کے بعد سب تماشائیوں نے دیکھا کہ اجیپال نیچے آرہا ہے اور اسکے سر پر تڑا تڑ خواجہ کی جوتیاں پڑ رہی ہیں۔

غرور کا سر نیچا آخر غرور کا سر نیچا ہوا، اور اجے پال اپنی ہار مانکر ہاتھ جوڑے ہوئے خواجہ کے سامنے آیا اور اپنے قصور کی معافی مانگی۔ آپ نے معافی دیکر پہلے مسلمان اور پیچھے مرید کر لیا۔ اور عبداللہ نام رکھا جو آجکل عبداللہ بیابانی کے نام سے مشہور ہے۔

آسمانوں کی سیر اجے پال نے مسلمان ہوتے ہی ہمارے خواجہ سے آسمانوں کی سیر کا ارمان ظاہر کیا، آپ نے ایک ایسی نگاہ ڈالی کہ عبداللہ بیابانی کی نظروں سے یہ دُنیا پوشیدہ ہوگئی اور ایک دوسری ہی دُنیا میں خود کو اور ہمارے خواجہ کو دیکھا کہ اُڑے چلے جارہے ہیں، خدا جانے اس سیر میں ہمارے خواجہ کی بدولت عبداللہ بیابانی نے کیا کیا دیکھا تھوڑی دیر کے بعد آنکھ کھلی تو جہاں بیٹھے تے وہیں موجود تھے۔

بازو ٹوٹ گیا اجے پال سلطنت کا بڑا زبردست بازو تھا، اُسکے مسلمان ہوجانے سے پتھورا کا بازو ٹوٹ گیا اور اُسے اپنی ماں کی پیشین گوئی کے پورے ہونے کا پورا یقین ہوگیا، اُس کی نگاہ میں دُنیا تاریک معلوم ہونے لگی، اسی طرح اور بہت سے لوگوں کو بھی صدمہ ہوا۔

چلّہ سے گھر میں

ایک دن اجے پال اور سادہو، دونوں نے عرض کیا کہ حضور اسطرح پہاڑی پر کب تک رہیں گے، مکان بدل دیا جائے۔ تو اچھا ہے، یہ سنکر ہمارے خواجہ نے شیخ محمد یادگار اور سادہو کو روانہ کیا تاکہ مکان کا انتظام کریں، آخر چلّے سے اُٹھ کر ساتھیوں سمیت سادہو کے گھر میں تشریف لائے اور یہیں رہنا اختیار کیا۔

سادھو کا گھر

سادہو کا یہ گھر جس میں خواجہ نے قیام کیا، اُسی مقام پر تھا جس جگہ آج درگاہ شریف کی عمارتیں ہیں اس گھر کے قریب سادہو کے بنائے ہوئے مندر بھی تھے۔ چنانچہ بعض جگہ درگاہ شریف کی زمین کے نیچے ان مندروں کے نشان اب بھی دبے ہوئے ہیں، اور فرش کے تھر ہٹانے سے نظر آتے ہیں۔

خواجہ کی فوج

ہمارے خواجہ کے پاس نہ تو دشمنوں کے پیٹ میں آگ بھرنے کیلئے بڑی بڑی توپیں اور مشین گنیں تھیں نہ آسمان سے گولوں کا مینہ برسانے کے لئے جنگی ہوائی جہاز تھے، نہ آپ کے ساتھ پیدلوں کی پلٹن اور سواروں کا رسالہ تھا نہ آپ ہاتھی اور گھوڑے رکھتے تھے۔ البتہ چالیس درویشوں کی ایک چھوٹی سی جماعت تھی اور اس جماعت کا ہر ایک شخص آپکے اشارہ پر جان تک قربان کر دینے کے لئے تیار تھا۔

تلوار نہیں چلائی

پھر ہمارے خواجہ نے لڑنے کو کسی وقت پسند نہیں کیا، اور کبھی تلوار نہیں چلائی، بلکہ جب کوئی شخص آپ سے سختی کے ساتھ پیش آیا تو آپ نے نرمی سے اُسکا جواب دیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی غصہ کرنے سے ہمیشہ منع فرماتے رہے۔ اسلئے کہ اسلام تلوار اور زور سے نہیں پھیلا ہے۔ نہ دُنیا کا کوئی اور مذہب تلوار سے پھیلایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ تلوار سر تن سے الگ کر سکتی ہے مگر دلوں کے خیال اور عقیدہ کو نہیں بدل سکتی۔

دہاک کیسے بیٹھی

اصل یہ ہے کہ ہمارے خواجہ کا اپنے خدا پر پورا بہروسہ تہا، اور خدا نے آپ کی نظر میں وہ اثر رکہا تہا کہ جسکر جسپر پڑگئی وہی آپ کے ساتھ ہوگیا، پہر صورت ایسی نورانی تہی جسے دیکھہ کر کافر بہی خدا پر ایمان لے آیا۔ غرضکہ آپکی اچہی عادت اور خدا کی دی ہوئی غیر معمولی قوت نے غیروں کو آپ کا غلام بنادیا۔ اور دلوں پر آپ کی بزرگی کی دہاک بٹہادی۔ اور آپکے دشمنوں کا زور ٹوٹ گیا۔

تعداد بڑہتی گئی

خدا کے فضل سے روز بروز خواجہ کے غلاموں کی تعداد بڑہتی گئی اور لوگ دوڑ دوڑ کر اسلام کے حلقہ میں داخل ہوتے رہے جس سے ہندو سلطنت کی جڑ کہوکہلی ہوتی جارہی تہی۔ اور پتہورا بہی اس حال سے بیخبر نہ تہا۔ مگر وہ سناٹے میں تہا، اور اپنے بچاؤ کی کوئی صورت اُسے نظر نہیں آتی تہی۔

تبلیغی کام

اب سادہو کے گہر سے نکلکر ہمارے خواجہ نے تبلیغی کام بڑے زور وشور سے شروع کیا اور کہلم کہلا اسلام کی خوبیاں ظاہر کر کے لوگوں کو اپنے دین کی طرف بلانے لگے۔ چنانچہ جو خوش قسمت تھے انہوں نے اِس بُلاوے کو دل سے قبول کیا اور سر کے بہل حاضر ہوئے مگر بہت سے بے دین اپنی ہٹ پر اڑے رہے۔

راجہ کا بلاوا

کچھ دن کے بعد ہمارے خواجہ نے ایک شخص کے ذریعہ اجمیر کے راجہ رائے پتہورا کو ملوابہیجا کہ اسلام قبول کرلو، اسی میں تمہارا فائدہ ہے بادشاہت بہی ہاتھ سے نہیں جائیگی اور مرنے کے بعد بہی چین ملے گا، ورنہ خوب یاد رکہو کہ تمہارے لئے یہاں اور وہاں بہت بڑی مصیبت کا سامنا ہے، اور اُسوقت تم سے کچھ بنائے نہ بن پڑے گی۔

اسلام کیا ہے

لہذا ایمان لاؤ کہ خدا ایک ہے جس نے زمین آسمان، چاند تارے غرض دُنیا کی تمام چیزیں بنائی ہیں، اُسی میں یہ قوت اور طاقت ہے کہ مٹی سے پہول پہل اور درخت اُگاتا ہے، وہی جسکو چاہتاہے دُنیا سے اُٹہالیتا ہے

اور جس کو چاہتا ہے دُنیا میں بھیجتا ہے، اُسکی قوت سب قوتوں سے بڑی ہے، وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہیگا، اور ہم تم سب فنا ہو کر اسکے سامنے حاضر ہونے والے ہیں، اُسکے تمام پیغمبر برحق ہیں، اور عرب کے سب سے بڑے پیغمبر محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب پیغمبروں کے سردار اور سچے نبی ہیں، یہی وہ باتیں ہیں جن پر ایمان لانے کا نام اسلام ہے۔

آگ بگولا ہو گیا

خواجہ کا یہ پیام سُنتے ہی راجہ آگ بگولا ہو گیا، غصہ سے اُسکی آنکھیں لال ہو گئیں، اُس کے بدن میں تھرتھری پڑ گئی، اُس کے ہونٹ سوکھ گئے، مگر اُس کی زبان سے ایک لفظ نہیں نکلا اور وہ تخت پر بیٹھا ہوا گھڑی گھڑی پہلو بدلتا رہا، تھوڑی دیر کے بعد اُٹھکر محل میں چلا گیا۔

اِدہر کا غصہ اُدہر

کچھ دن تک مسلمان تو یہ سمجھتے رہے کہ راجہ ہمارے خواجہ کے پیام پر غور کر رہا ہے۔ مگر اب راجہ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب خواجہ پر کوئی بس نہ چلا تو اُن لوگوں کو تکلیف دینی شروع کر دی جو مسلمان ہو کر خواجہ کے دامن کے سایہ میں آ گئے تھے۔ چنانچہ اپنے درباریوں میں سے ایک شخص پر جو مسلمان ہو گیا تھا راجہ نے اپنا غصہ اُتارا، اور اسپر سختی کرنے لگا۔

سفارش نہ مانی

یہ نو مسلم ہمارے خواجہ کی خدمت میں آکر شکایت کرنے لگے تو آپ نے انکو دلاسا دیا اور رائے پتھورا کو اُن کی سفارش لکھ بھیجی، کہ جس خدا نے تم کو راجہ بنایا ہے اُسی نے اس شخص کو بھی پیدا کیا ہے لہذا اپنی جنس کے لوگوں کو ستانا اچھا نہیں ہے، لیکن راجہ نے خواجہ کی یہ سفارش نہیں مانی اور سفارش نامہ کو پھاڑ ڈالا۔

اجمیر خالی کر دو

بلکہ غصہ میں آکر اپنے آس پاس کے لوگوں سے کہنے لگا کہ یہ مسلمان فقیر بھی عجیب آدمی ہے کہ اب ہمارے ملکی معاملات

میں بھی دخل دینے لگا ہے۔ اور اپنی جگہ بیٹھا بیٹھا غیب کی خبریں سنایا کرتا ہے اچھا اسکے نام فرمان بھیجو کہ ہم اس زمین کے مالک اور راجہ ہونے کی حیثیت سے حکم دیتے ہیں کہ ایک ہفتہ کے اندر اندر اپنے ساتھیوں سمیت اجمیر خالی کردو۔ ورنہ تم کو بہت سختی کے ساتھ نکالا جائیگا۔

قسمت کی خرابی

غور کرنے کا مقام ہے کہ راجہ ہمارے خواجہ کی ایک دو نہیں بلکہ کئی کرامتیں دیکھ چکا تھا، سادہو اور راجیپال کی لڑائیوں کا قصہ اور تماشا بھی سن اور دیکھ چکا تھا۔ اور ماں کی پیشین گوئی بھی اسکو یاد تھی مگر ان تمام باتوں کے باوجود وہ ہمارے خواجہ سے الجھ بیٹھا۔ یہ اسکی قسمت کی خرابی تھی، اور اسکی تقدیر میں تباہی لکھی تھی اسلئے یہ حکم دیتے وقت اسکو کسی بات کا خیال نہ رہا۔

خواجہ کا غصہ

چنانچہ راجہ کا یہ حکمنامہ جب ہمارے خواجہ کے پاس پہنچا تو آپکی ہاشمی رگ میں خون جوش کھانے لگا۔ اور آپکو غصہ آگیا، آپ نے اس حکم نامہ کو پرزے پرزے کر ڈالا، اور فرمایا ہم نے پتھورا کو گرفتار کرکے اسلامی فوج کے حوالہ کردیا۔ اور اجمیر سے خود نکلنے کے بجائے اُسکو اجمیر سے نکالدیا۔

ہندوستان پر حملہ

خواجہ کی یہ پیشین گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ کچھ دن بعد ہی اجمیر میں خبر آئی کہ شہاب الدین غوری ہندوستان کو فتح کرنے کے ارادہ سے فوج لئے ہوئے پھر چلا آرہا ہے، یہ سنکر پتھورا بھی اپنے لشکر کو جمع کرکے اجمیر سے روانہ ہوا اور آخر ایک مقام پر لڑائی کی ٹھہر گئی۔

گھمسان لڑائی

غور کے مسلمان بہادروں، اور راجپوتانہ کے سورماؤں میں کئی دن تک خوب گھمسان لڑائی ہوتی رہی تلواروں کی جھنکاروں سے لڑائی کا میدان گونجتا رہا۔ اور زمین کا غبار اڑکر فوجیوں کے سروں پر شامیانہ بنگیا زمین پر ہر طرف خون کی ندیاں بہ گئیں، اور جابجا کشتوں کے پشتے لگ گئے۔

مسلمانوں کی فتح

آخر ایک دن لڑتے لڑتے راجپوتوں کے جی چھوٹ گئے،

یہ دیکھکر مسلمانوں نے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تپھورا کی فوج میں بھگدڑ پڑ گئی، مگر تپھورا آخر وقت تک قدم جمائے ٹھہرا رہا اور فوج کو لڑاتا رہا۔ یہاں تک کہ ٹھیک لڑائی کے میدان میں قید ہوا۔ اسکی گرفتاری کے بعد مسلمان فوج میں فتح کے پرچم لہرانے لگے۔ اور اللہ اکبر کے نعروں سے راجپوتانہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ یہ واقعہ ۵۸۹ھ مطابق ۱۱۹۳ء کا ہے۔

غلام بادشاہ

شہاب الدین غوری اس فتح کے بعد دہلی میں داخل ہوا، اور قطب الدین ایبک اپنے غلام کو اس نے دہلی کے تخت پر بٹھاکر ہندوستان کا بادشاہ بنایا، خدا کی قدرت دیکھو کہ کل تک جو راجہ تھا آج غلام ہے اور جو غلام تھا آج بادشاہ ہے۔

بادشاہ اجمیر میں

بعض کا بیان ہے کہ اس کامیابی کے بعد جب شہاب الدین غوری کو دہلی میں یہ معلوم ہوا کہ اجمیر میں ایک بزرگ رہتے ہیں تو اس نے فوراً اجمیر کی جانب روانہ ہونے کی تیاری کی۔ اور کچھ دن بعد اجمیر پہنچکر نہایت ادب کے ساتھ ہمارے خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوکر سعادت حاصل کی۔

خواجہ کو پہچان لیا

اور خواجہ کو ایک نظر دیکھتے ہی پہچان لیا، کہ ہو نہ ہو یہ وہی بزرگ ہیں جنھوں نے ابھی کچھ دن پہلے میرے خواب میں تشریف لاکر ہندوستان پر حملہ کرنے کا حکم دیا تھا اور فتح کی خوشخبری سنا کر اطمینان دلایا تھا۔ چنانچہ بادشاہ کو ہمارے خواجہ سے اور زیادہ عقیدت پیدا ہوگئی۔ اور اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ حضور ہی کے طفیل سے یہ ہندوستان میرے قبضہ میں آیا ہے اور پھر ہمارے خواجہ سے رخصت ہوگیا۔

میراں حسین خنگ سوار

سلطان قطب الدین نے اپنی بادشاہی کے زمانہ میں حضرت میراں سید حسین خنگ سوار کو اجمیر کا قلعہ دار

اور حاکم بناکر بھیجا۔ جو شاہی لشکر کے ساتھ ہندوستان میں آئے تھے۔ اور حضرت امام علی رضا کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے رضوی سید تھے۔ پھر خود ان میں بھی بہت سی خوبیاں موجود تھیں۔ اجمیر آنے کے بعد آپ کو بھی ہمارے خواجہ سے اچھی خاصی عقیدت اور محبت ہوگئی۔ اور آپ کا زیادہ وقت ہمارے خواجہ کی خدمتمیں بسر ہونے لگا۔

امامیہ نہیں تھے

میراں صاحب امامیہ نہیں تھے۔ جیسا کہ فرشتہ نے اپنی تاریخ میں بغیر کسی حوالے کے لکھا ہے۔ اسکی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرت میراں صاحب کے چچا حضرت سید وجیہ الدین مشہدی کی صاحبزادی ہمارے خواجہ سے بیاہی گئی ہیں، اگر یہ خاندان امامیہ ہوتا تو ہمارے خواجہ پکے سنی ہونیکی وجہ سے یہاں نکاح نہ فرماتے۔

شیخ جمالی کی غلطی

اسکے علاوہ میراں صاحب کے متعلق تاریخوں میں اور بھی مختلف بیانات ہیں، مثلاً شیخ جمالی نے ہمایوں بادشاہ کے زمانہ میں لکھی ہوئی اپنی کتاب سیر العارفین میں یہ لکھا ہے کہ جب ہمارے خواجہ اجمیر پہنچے تو میراں صاحب وہاں موجود تھے۔ لیکن یہ غلطی اسلئے ہوئی ہے کہ ان کے نزدیک ہمارے خواجہ قطب الدین ایبک کے زمانہ میں اجمیر پہنچے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

شیخ الھدیہ کی غلطی

اسی طرح شیخ الھدیہ نے شاہجہاں بادشاہ کے زمانہ میں لکھی ہوئی اپنی کتاب سیر الاقطاب میں یہ لکھا ہے کہ میراں صاحب کی شہادت کے ایک زمانہ بعد راجہ پتھورا کے زمانہ میں ہمارے خواجہ اجمیر پہنچے۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ آپ کی شہادت محمود غزنوی کے زمانہ میں ہوئی ہوگی۔ چنانچہ بعض لوگ یہی کہتے ہیں مگر شیخ الھدیہ کا یہ بیان خود انہی کے اس بیان سے غلط ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے خواجہ نے میراں صاحب کی پھوپھی سے شادی کی۔ حالانکہ یہ بھی بالکل بے بنیاد روایت ہے۔ کیونکہ سب تذکرہ لکھنے والے یہ لکھتے ہیں کہ ہمارے خواجہ نے میراں صاحب

کی چچا زاد بہن سے نکاح کیا، غرض سچی بات یہ ہے کہ میراں صاحب قطب الدین ایبک کے زمانہ میں اجمیر کے حاکم تھے۔

تبلیغی انتظام ہندوستان میں مسلمانوں کی بادشاہت قایم ہونے کے بعد ہمارے خواجہ نے اپنے پیر بھائیوں اور مریدوں کو ضروری ہدایتیں فرما کر ہندوستان کے مختلف شہروں میں اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کا کام انجام دینے کیلئے یا علم دین کا درس دینے کی غرض سے روانہ فرمایا، اور بعض کو شرعی محکموں کا افسر یعنی قاضی، مفتی بننے کے لئے سرکاری ملازمت کی اجازت دیکر رخصت کیا، غرض اِس طرح ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اسلام کی تعلیم کو عام کرنیکا انتظام فرمایا۔

کچھ نہیں لکھا لیکن افسوس ہے کہ کتابوں میں اِس سے زیادہ کچھ نہیں لکھا ہے کہ اس حکم اور اجازت کے مطابق کون کون بزرگ کس کس جگہ جا کے رہے۔ البتہ صرف قاضی القضاۃ شیخ قدوہ کا اودھ میں تشریف لیجا کر وہاں کے محکمۂ شرعی کا افسر اعلیٰ ہونا ثابت ہوتا ہے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی شیخ حمید الدین سوالی کے دہلی اور ناگور میں تشریف رکھنے کا ذکر تو ہر ایک کتاب میں موجود ہے۔

چند جان نثار مگر کچھ جان نثاروں کو اپنے دامن سے جدا نہیں ہونے دیا، جن میں سے خواجہ فخر الدین، مولانا احمد، شیخ محمد یادگار، شیخ نظام، شیخ عبداللہ، شیخ صفی الدین وغیرہ بعضوں کے نام جہانگیر بادشاہ کے زمانہ میں مولانا غوثی شطاری کی لکھی ہوئی کتاب میں موجود ہیں۔

بادشاہ کی موت ۶۰۷ھ ۱۲۱۰ء میں جب سلطان قطب الدین ایبک نے چوگان بازی میں گھوڑے سے گر کر انتقال کیا، اور اِس موت کی خبر عام ہوئی تو اجمیر کے اُن علاقوں میں بھی پہنچی جہاں کے ہندو جاگیر دار، اور ٹھاکر ظاہر میں بادشاہ کے غلام بنگئے تھے، مگر دل میں دشمنی رکھتے تھے۔ چنانچہ جس دن یہ

خبر ملی اُسی رات کو اُن سب نے ملکر تاراگڈھ پر دھاوا بول دیا۔

تاراگڈھ کی لڑائی

اس فوج نے قلعہ کے قریب پہنچکر لکڑی کی سیڑھیوں اور کمندوں سے کام لیا، اور سب سپاہی قلعہ میں داخل ہوگئے اسوقت اسلامی لشکر کے فوجی آدمی ہتیار کھولے ہوئے اپنے بستروں پر چین سے سو رہے تھے، انہیں کیا خبر تھی کہ دشمن چڑھائی کر کے آچکے ہیں، یکایک رات کے اندھیارے میں تلواریں چمکیں، نیزے اور بھالے بلند ہوئے، اور گرزوں کی دل ہلادینے والی آواز نے سب کو میٹھی نیند سے جگادیا، دیکھا تو قلعہ کے اندر قیامت کا میدان قایم ہو چکا تھا، اس گھبراہٹ میں، تلوار، خنجر، لکڑی، پتھر جو جس کے ہاتھ آیا لیکر مقابلہ پر ڈٹ گیا۔

مسلمان شہید ہوگئے

دشمن تعداد میں زیادہ تھے، پھر لڑائی کے تمام ہتیاروں سے لیس ہوکر آے تھے اور گھر میں گُھس کر اچانک حملہ کیا تھا۔ اسلئے مسلمان کہاں تک سنبھلتے، اور بہادری دکھاتے، آخر پاؤں اکھڑ گئے۔ مگر کہاں جاتے، انہی کے قلعہ کی دیواریں چاروں طرف سے اُنہیں گھیرے ہوئے تہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دشمنوں نے رات بھر میں سارے مسلمانوں کو کاٹ کر رکھ دیا، البتہ گنتی کے آدمی اِدھر اُدھر چُھپے چھپاے بچ گئے۔

چور کے پیر کتنے

دشمنوں کا لشکر چور کی طرح سے آیا تھا۔ اور اس نے چوری سے حملہ کیا تھا۔ اسلئے مسلمانوں کو ذبح کرکے اُنکا سامان جو کچھ لوٹا گیا لوٹا،" مگر چور کے پیر کتنے، صبح ہونے سے پہلے پہلے اس خوف اور ڈر سے قلعہ چھوڑ بھاگے کہ کہیں مسلمانوں کی حمایت میں بادشاہ کیطرف سے فوج نہ آجائے، اور ایسے بھاگے کہ اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچکر دم لیا۔

میراں صاحب کی شہادت

صبح ہوتے ہی معلوم ہوا کہ میراں سید حسین خنگ سوار

نے اپنے لشکر سمیت دشمنوں کی تلواروں کا شکار ہوکر شہادت پائی، شہر کے مسلمان جوق جوق وہاں پہنچنے لگے، اور یہاں سے لیکر وہاں تک ایک ماتم برپا ہوگیا اور ہر ایک مسلمان کے دل پر اس بڑے اور اچانک صدمہ کا بہت زیادہ اثر تھا۔

خواجہ تاراگڈھ پر اس حادثہ کا علم جب ہمارے خواجہ کو ہوا تو آپ بھی اپنے مریدوں کے ساتھ اُسی وقت تاراگڈھ پر تشریف لیگئے، اور جنازہ کی نماز ادا کی۔ اور سب کو دفن کرکے اُنپر فاتحہ پڑھ کر واپس اپنے مقام پر تشریف لائے۔

قطب صاحب دلی میں ہمارے خواجہ کے سجادہ نشین اور مشہور خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ہندوستان فتح ہونے کے کچھ عرصہ بعد ہندوستان میں تشریف لے آئے تھے، اور دلی پہنچکر ہمارے خواجہ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا تھا جس میں قدمبوسی کی آرزو ظاہر کی تھی" اس خط کا جواب ہمارے خواجہ کی طرف سے یہ گیا تھا کہ دور رہنے سے دل کی نزدیکی میں کوئی فرق نہیں آسکتا، بلکہ المرا مع من احبّ،، یعنی ہر شخص ہر وقت اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہے۔ چاہے دیکھنے میں وہ ہزار کوس دُور ہی کیوں نہ ہو، لہذا بہتر یہی ہے کہ وہیں رہو اور وہاں تمہاری ضرورت بھی ہو۔

قطب صاحب کی مقبولیت دلّی شہر میں جو خاص مسلمانوں کا پایہ تخت تھا، ہمارے خواجہ کے سب سے بڑے خلیفہ رہیں بھلا دلّی والوں کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوسکتی تھی، چنانچہ اگر ایک طرف خود بادشاہ شمس الدین التمش آپ کے مرید تھے، تو دوسری طرف شہر کے تمام امیر اور غریب آپ کے غلام تھے۔ اور سارے شہر میں آپکے نام کا سکّہ جاری تھا۔

بعض لوگ گنتی کے چند آدمیوں کو خدا جانے کس لئے ہمارے خواجہ کے خلیفۂ اعظم کی اس بزرگی اور عام مقبولیت کا بڑا سخت صدمہ تھا۔ حالانکہ یہ خدا کی دی ہوئی نعمت تھی، اور خود آپ کو نہ دُنیا سے کوئی کام تھا نہ دنیا والوں سے

کوئی واسطہ، چنانچہ بادشاہ کے بار بار عرض کرنے کے باوجود بھی آپ نے دلی کا شیخ الاسلام بننا قبول نہیں کیا بلکہ شیخ نجم الدین صغریٰ کو یہ عہدہ دلا دیا۔

بدمعاشوں کی شرارت

اگرچہ ہمارے خواجہ کے خلیفہ اور جانشین پر رشک کرنے والے تھوڑے ہی سے تھے، لیکن یہ بھی دو قسم کے تھے، کچھ تو صورت شکل سے درویش معلوم ہوتے تھے وضع قطع بھی پہلے آدمیوں سی بنا رکھی تھی، اور علم و عمل سے بھی واقف تھے، مگر کچھ بدمعاش لوگ تھے، جنہوں نے اپنی شرارت سے آپ کو بدنام کرنا بھی شروع کر دیا تھا۔

چاند پر خاک نہیں پڑتی

یہ سچ ہے کہ چاند پر خاک نہیں پڑتی، اور وہ بدمعاش ہمارے خواجہ کے جانشین حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے، لیکن ہمارے خواجہ کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو آپ بے چین ہو گئے اور محض اپنے سعادتمند جانشین کی خاطر اجمیر سے دلی روانہ ہو گئے۔

دلی کے شیخ الاسلام

اس زمانہ میں ہمارے خواجہ کے پیر بھائی شیخ نجم الدین صغریٰ دلی کے شیخ الاسلام تھے جب وہ ہمارے خواجہ سے ملنے نہیں آئے اور آپ کو دلی پہنچکر کئی دن ہو گئے۔ تو ہمارے خواجہ اُن کی ملاقات کو خود اُنکے مکان پر تشریف لے گئے، شیخ نجم الدین صغریٰ اسوقت اپنے گھر کے صحن میں کھڑے ہوئے معماروں سے چبوترہ بنوا رہے تھے، چنانچہ ہمارے خواجہ سے سرسری طور پر ملے اور کچھ غیریت سی برتی۔

مجھے کوئی نہیں پوچھتا

ہمارے خواجہ کو شیخ نجم الدین صغریٰ کا یہ حال دیکھ کر بڑا خیال ہوا، اور آپ نے فرمایا کہ دلی کی شیخ الاسلامی نے شاید تمہارا دماغ خراب کر دیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ نیازمند تو جناب کی خدمت میں وہی عقیدت رکھتا ہے۔ مگر ہاں یہ شکایت ضرور ہے کہ جناب نے

اپنے ایک شخص کو دلّی میں رکھا ہے جس کے مقابلہ میں مجھے کوئی نہیں پوچھتا، اور میری شیخ الاسلامی جَو برابر بھی قیمت نہیں رکھتی، ہمارے خواجہ نے فرمایا، اچھا تم گھبراؤ نہیں بابا بختیار کو میں اپنے ساتھ لیجاؤں گا،

اجمیر چلو شیخ نجم الدین صغریٰ سے رخصت ہو کر جب ہمارے خواجہ گھر پہنچے تو اپنے سعادتمند جانشین سے فرمایا "بابا بختیار تم اسقدر جلد اتنے مشہور ہو گئے کہ لوگ تمہاری شکایت کرنے لگے، چلو میرے ساتھ اجمیر چلو۔ میں تمکو مسند پر بٹھاکر تمہاری خدمت کروں گا۔ سعادتمند مرید نے عرض کیا میری کیا مجال ہے کہ حضور کے سامنے مسند پر بیٹھوں۔

دلّی جاؤ کچھ دن بعد ہمارے خواجہ نے اجمیر کا ارادہ فرمایا اور قطب صاحب کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ لیکن شہر سے نکلکر ابھی میل دو میل بھی نہیں چلے تھے کہ ہزاروں آدمیوں کو ایک دریا کیطرح اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا، اور آپ ٹھہر گئے معلوم ہوا کہ بادشاہ اور رعیت کے تمام لوگ خواجہ قطب الدین بختیار کو نہیں چھوڑنا چاہتے ہیں، اور اُن کے روانہ ہونے سے پریشان ہیں۔ پس آپ نے اپنے جانشین سے فرمایا اچھا دلّی جاؤ اور وہیں رہو، کیونکہ لوگوں کو تمہاری جدائی منظور نہیں ہے۔ پھر سبکو رخصت کر کے آپ اجمیر تشریف لے آئے۔

رسول اللہ نے فرمایا ہمارے خواجہ کی عمر کا بہت زمانہ تجرّد میں بسر ہوا۔ یعنی آپ نے انسی سال کی عمر تک شادی نہیں کی تو آپ کے خواب میں تشریف لاکر رسول اللہ نے فرمایا، جسکا خلاصہ یہ ہے کہ "معین الدین شادی کرو،، اور جب ہمارا حکم بجالائے ہو تو ہمارے اس فعل کی پیروی نہ چھوڑو۔

پہلا نکاح صبح ہوئی تو تاراگڈھ کے قلعہ دار اور اجمیر کے حاکم ملک خطاب نے جنکو ہمارے خواجہ سے بہت زیادہ عقیدت اور محبت تھی کسی راجہ

کی ایک لڑکی آپ کو نذر کی، جو کسی لڑائی میں قید ہوئی تھیں۔ چنانچہ آپ نے اُن کو مسلمان کر کے بی بی اَمۃ اللہ نام رکھا اور نکاح فرمالیا۔

دوسرا نکاح میراں سید حسین خنگ سوار کے چچا حضرت سید وجیہ الدین مشہدی ایک عرصہ سے اسلئے پریشان تھے کہ صاحبزادی جوان ہو گئی تھیں، اور بَر نہیں ملتا تھا۔ ایک رات حضرت امام جعفر صادق رضؓ کی خواب میں زیارت کی، اور یہ فرماتے سنا، کہ ہمارے فرزند معین الدین چشتی سے اپنی بچی کا نکاح کردو۔ چنانچہ دوسرے دن ہمارے خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اور اپنا خواب بیان کر کے عرض کرنے لگے کہ اپنے اور آپ کے دادا جان کے حکم سے اپنی لڑکی بی بی عصمت کو آپ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں، چنانچہ آپ نے نکاح فرمالیا۔

پہلی بیوی سے درویشوں کی ایک جماعت کے نزدیک پہلی بیوی صاحبہ کے پیٹ سے دو صاحبزادے، حضرت خواجہ فخرالدین، حضرت خواجہ حسام الدین اور ایک صاحبزادی حضرت بی بی حافظ جمال کی پیدایش ہوئی، جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں تحریر فرمایا ہے۔ دوسرا قول حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے منقول ہے جنکو حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی سے فیض پہنچا ہے۔ قول یہ ہے کہ پہلی بیوی صاحبہ کے شکم مبارک سے صرف صاحبزادی صاحبہ پیدا ہوئی تھیں۔

دوسری بیوی سے بعض کے نزدیک صرف حضرت خواجہ ابو سعید آپ کے فرزند ہیں، اور بعض یہ کہتے ہیں کہ خواجہ فخرالدین، خواجہ حسام الدین، خواجہ ضیاء الدین ابو سعید تینوں صاحبزادوں کی پیدایش آپکے بطن مبارک سے ہوئی ہے۔ جسکی بحث ابھی ابھی گذر چکی ہے۔

خواجہ کی پیروی جب خود نکاح فرما چکے تو اپنے ساتھی درویشوں کو بھی شادی کرنے کی ہدایت کی اور اُن سے بھی رسول اللہ کے حکم کی تعمیل کرائی۔

چنانچہ جن جنکو حکم ہوا سب نے کوئی عذر کئے بغیر ہمارے خواجہ کی پیروی کی۔

کھیتی باڑی

ایک زمانہ تک تینوں صاحبزادوں نے اپنے والد ماجد کے سایہ میں پرورش پائی اور نازوں سے پلکر جوان ہوئے۔ تو ہمارے خواجہ کے حکم یا اپنی خوشی سے موضع ناندن میں جاکر کاشتکاری کے ذریعہ حلال پیسے کمانے شروع کئے، اور وہیں رہنا سہنا اختیار کیا۔ کبھی کبھی اجمیر میں آتے جاتے رہے بہت ممکن ہے کہ ہمارے خواجہ بھی کبھی کبھی وہاں تشریف لیگئے ہوں یہ گاؤں اجمیر سے کچھ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔

فرمان لاؤ

کچھ زمانہ کے بعد موضع ناندن میں ایک ایسا شخص وہاں کا تحصیلدار ہوکر آیا، جو شاید ان بزرگ زادوں کی بزرگی سے واقف نہیں تھا۔ یا جانتے بوجھتے انسے محصول طلب کرنے لگا، حالانکہ ان سے پہلے کسی تحصیلدار نے نہ ایسی سختی کی تھی نہ محصول طلب کیا تھا۔ چنانچہ اسوقت بھی ادہر سے یہی جواب دیا گیا، کہ محصول ہم کو معاف ہے اور ہمنے ابتک کبھی محصول نہیں دیا۔ تحصیلدار نے کہا معافی کا فرمان لاؤ تب ان بزرگ زادوں کو معافی کے فرمان کی فکر ہوئی سیدھے اجمیر آئے اور اپنے والد ماجد ہمارے خواجہ کو دہلی جاکر معافی کا فرمان لانے پر مجبور کیا۔

دہلی کا سفر

آخر پیارے بیٹوں کے مجبور کرنے سے ہمارے خواجہ نے پیری اور ضعیفی کے باوجود دوسری بار پھر دہلی کا سفر کیا اور خدا معلوم کہ خدام میں سے کسکو اپنے ساتھ لیا۔ کچھ دن بعد دہلی میں پہنچے اور سعادتمند جانشین کے مکان پر قیام کیا، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار نے پیرو مرشد کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کیں، قدم چومے، مسند پر بٹھایا اور خود ہاتھ باندہکر کھڑے ہوئے۔

کیوں تکلیف فرمائی

ایک دن نہایت ادب کے ساتھ اس سفر کی وجہ پوچھی تو ہمارے خواجہ نے سارا ماجرا سنا دیا، سعادتمند

مریدنے عرض کیا، کہ جب یہ خادم یہاں موجود تھا، تو اس ذراسی بات پر اپنی تکلیف اُٹھانے کی کیا ضرورت تھی، کسی خادم کے ذریعہ کہلا دیا جاتا تو فدوی اس حکم کو سرآنکھوں سے بجا لاتا۔

بادشاہ کا دربار

یہ عرض کر کے حضرت قطب صاحب اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور سیدھے بادشاہ کے دربار میں پہنچے، سلطان شمس الدین التمش نے دیکھا تو پیشوائی کی، ہاتھوں کو بوسہ دیا، اور عزت کے ساتھ بٹھایا، مگر دلمیں سوچ رہا تھا، اور حیران تھا کہ کئی مرتبہ میرے عرض کرنے کے باوجود حضرت نے میرے محل اور دربار کیطرف رُخ نہیں فرمایا، آخر آج کونسی غیر معمولی بات آپکو دربار میں لائی ہے۔

حلوہ اور کاک

اس اثنا میں ایک لطیفہ ہوگیا، یعنی اودھ کا حاکم رکن الدین حلوائی دربار میں حاضر ہوا، اور ہمارے قطب صاحب سے اونچی جگہہ جاکر بیٹھ گیا، بادشاہ کو اُسکی یہ حرکت پسند نہیں آئی۔ اور بادشاہ کے چہرہ کا رنگ بدلگیا، ہمارے حضرت نے بادشاہ کو ناراض دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ حلوہ ہمیشہ کاک پر رکھا جاتا ہے۔ اسلئے اگر ایک حلوائی کاکی سے اوپر بیٹھ گیا تو کوئی ہرج کی بات نہیں ہے، اور بادشاہ کے غصہ کو مذاق میں ٹالدیا۔

دربار سے واپسی

غرض جب بادشاہ سلامت کو ہمارے حضرت کی تشریف آوری کا سبب معلوم ہوا تو فوراً ہی معافی کا فرمان لکھ کر آپ کے حوالہ کیا، اور اشرفیوں کا ایک توڑا نذر گزرانا، ہمارے حضرت نے ہمارے خواجہ کیخدمت میں حاضر ہوکر معافی کا فرمان اور اشرفیوں کا توڑا آپ کے سامنے رکھ دیا۔ ہمارے خواجہ نے اشرفیاں تو اُسی وقت درویشوں پر تقسیم کر دیں اور فرمانِ معافی رکھ لیا۔

بابا فرید

یہی زمانہ تھا، جب حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنجشکر اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کی خدمت میں رہکر بڑے بڑے مجاہدے

کرہے تھے، اور اس محنت اور مشقت کی وجہ سے بہت دبلے ہو گئے تھے۔ بدن میں خون نہیں رہا تھا۔ آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے تھے۔ ہمارے خواجہ نے جب انکو دیکھا تو ایک نگاہ میں ان کی ہونہاری کو تاڑ لیا، فرمایا کہ بابا بختیار اس غریب کو مجاہدوں اور ریاضتوں میں کب تک گھلاتے رہو گے کچھ تو دو۔ عرض کیا، حضور کے مقابلہ میں کیا دے سکتا ہوں۔

نعمت بخشی

یہ سُن کر ہمارے خواجہ اپنی جگہ سے اُٹھے۔ اور شیخ فرید گنجشکر کا ایک بازو پکڑا اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار سے فرمایا کہ دوسرا بازو تم پکڑو، تاکہ ہم تم دونوں ملکر نعمت بخشیں، اللہ بہتر جانتا ہے کہ اسوقت دین و دُنیا کی کیا کیا نعمتیں حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنجشکر کو بخشی گئیں۔

دلی سے اجمیر

کچھ دن کے بعد ہمارے خواجہ دلی سے روانہ ہوئے تو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، اور شہر کے بے شمار آدمی آپکو رخصت کرنے کی غرض سے کئی میل تک آپ کی گاڑی کے ساتھ آئے، اور پھر قدم چوم چوم کر واپس ہوئے، اور ہمارے خواجہ کچھ دن بعد اجمیر پہنچ گئے۔

آخری زمانہ

۶۳۲ھ کے شروع ہوتے ہی ہمارے خواجہ کو علم ہو گیا کہ یہ آخری سال ہے۔ اور عنقریب دُنیا سے رخصت ہو کر عقبیٰ میں منزل کرنی پڑیگی، چنانچہ آپ نے اپنے غلاموں کو ضروری ہدایتیں اور وصیتیں فرمائی، جن لوگوں کو خلافت نہیں عطا فرمائی تھی انکو اس دولت سے سرفراز فرمایا اور سلسلۂ چشتیہ کے بزرگوں کے جو تبرکات آپ کو ملے تھے وہ اپنے پیارے جانشین بابا بختیار کو عنایت فرمائے اور خدا کے پاس پہنچنے کے شوق میں آپ کی محویت روز بروز بڑھتی گئی۔

وفات سے کچھ دن پہلے

ہمارے خواجہ نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے اپنے پیارے بیٹے خواجہ فخر الدین کو جو سب

بھائی بہنوں سے بڑے تھے بُلایا اور یہ نصیحت فرمائی، کہ دُنیا اور دنیا کی تمام چیزیں مٹنے اور فنا ہونے والی ہیں، ہردم خدا کی خوشنودی طلب کرتے رہنا اور اسکے سوائے دنیا کی کسی چیز پر بھروسہ نہ رکھنا، تکلیف اور مصیبت اگر پڑے تو صبر اور استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔

وفات رجب کی پانچویں تاریخ عشا کی نماز کے بعد ہمارے خواجہ عادت کے مطابق اپنے حجرہ کا دروازہ بند کرکے خدا کی یاد میں مشغول ہو گئے، اور حجرہ کے قریب رہنے والے خدام رات بھر آپ کے درود اور ذکر کی آواز سُنتے رہے، صبح ہونے سے پہلے پہلے یہ آواز بند ہو گئی، سورج نکلنے کے بعد بھی جب دروازہ نہیں کُھلا تو خدام نے دستکیں دیں، پھر آخر مجبوراً دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئے اور دیکھا کہ آپ خدا کے پاس پہنچ گئے ہیں، اور آپ کی نورانی پیشانی پر سبز اور روشن حروف میں لکھا ہوا ہے "هٰذَا حَبِيبُ اللّٰهِ مَاتَ فِي حُبِّ اللّٰهِ" یعنی اللہ کا دوست اللہ کی محبت میں اللہ کے پاس پہنچ گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون ط

کفن اور دفن ہمارے خواجہ کے انتقال کی خبر بجلی کیطرح شہر اور شہر کے آس پاس تمام قصبوں میں پہنچ گئی اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں آکر جمع ہو گئے، خدام خاص نے آپ کو غسل دیا، کفن پہنایا، اور بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ فخرالدین نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ پھر آپ کو آپ کے حجرہ میں دفن کر دیا اسوقت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلی میں تھے۔

آفتاب غروب ہوگیا ہدایت اور ولایت کے آسمان کا وہ تارا جو سنجر کی پہاڑیوں سے طلوع ہوا، سمرقند و بخارا میں دن دونی رات چوگنی اوس کی روشنی بڑھی، ہرون کے کرامت والے پیر نے اُسکو چاند بنایا، چاند بنکر خورشید رسالت کے عکس اور پرتو سے ولایت کا آفتاب بنا، آفتاب بنکر ہندوستان کے

سیاہ خانہ پر چمکا، اور اپنا نور زمانہ بھر میں پھیلا کر آج اجمیر کی پہاڑیوں میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا، مگر اُسکا غروب ہونا، سورج کا غروب ہونا نہیں ہے، وہ نگاہوں سے چھپ گیا مگر اسکی روشنی سے ہندوستان کی سرزمین اب بھی روشن ہے، اور درویشی کی دُنیا میں چاند تارے بنکر چمکنے والی ہستیاں اُس سے ضیاء اور روشنی حاصل کر رہی ہیں، اور دلوں کی کھیتیاں اُسکے عشق کی گرمی سے پک پک کر کھل رہی ہیں اور قیامت تک یونہی ہوتا رہے گا۔

خواجہ فخر الدین

ہمارے خواجہ کے سب سے بڑے صاحبزادے خواجہ فخر الدین ہیں، جنکا نام نامی خواجہ احمد بھی ہے جیسا کہ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا کے مجموعہ ملفوظات کتاب فوائد الفواد کی دوسری جلد میں ۱۵ محرم سنہ ۷۱۰ھ کی مجلس میں لکھا ہے "آپ سنہ ۶۱۱ھ یا سنہ ۶۱۲ھ میں پیدا ہوئے، تمام عمر خدا کی یاد اور کاشتکاری کر کے کسب حلال کرنے میں بسر کر دی، سنہ ۶۵۲ھ میں اجمیر سے چودہ کوس کے فاصلہ پر سروار کے قصبہ میں وفات پائی، وہیں دفن ہوئے، اور قبر شریف عام و خاص کی زیارتگاہ ہے۔

خواجہ حسام الدین

تذکرہ لکھنے والوں نے آپکا حال اس سے زیادہ نہیں لکھا ہے کہ عین جوانی میں آپ گم ہو گئے یا مردان غیب کی جماعت میں شامل ہو کر لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے، ممکن ہے کہ یہ واقعہ ہمارے خواجہ کی وفات کے بعد کا ہو۔

خواجہ ضیاء الدین

آپ حضرت خواجہ فخر الدین سے چھوٹے اور حضرت خواجہ حسام الدین سے بڑے صاحبزادے ہیں، بعض تذکرہ لکھنے والوں نے آپکی نسبت لکھا ہے کہ چھوٹی سی عمر میں آپکا انتقال ہو گیا، بعض کتابوں کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بڑی عمر پا کر وصال فرمایا، غرض واقعہ کچھ بھی ہو، یہ بات بالکل مسلم ہے کہ ہمارے خواجہ کی اولاد کا سلسلہ خواجہ فخر الدین سے چلا ہے۔

بی بی حافظہ جمال

حضرت بی بی حافظہ جمال صاحبہ ہمارے خواجہ کی صاحبزادی ہیں،

آپ کے شوہر حضرت شیخ رضی الدین ہیں جنکا مزار ناگور میں ہے۔ پتہ نہیں چلتا کہ بی بی صاحبہ کا نکاح ہمارے خواجہ کے سامنے ہوا یا بعد، بی بی صاحبہ نہایت متقی پرہیزگار، اور خدا کی یاد میں مستغرق رہنے والی بی بی تہیں، ۱۹ رجب آپ کی وفات کی تاریخ ہے، مزار شریف ہمارے خواجہ کے مزار مبارک سے بالکل قریب ہے۔

خواجہ حسام الدین

آپ خواجہ فخرالدین کے صاحبزادے اور ہمارے خواجہ کے پوتے ہیں، آپکے والد نے آپکا نام گم ہوجانے والے اپنے پیارے بھائی کے نام پر رکھا، اسی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی پیدائش ہمارے خواجہ کی وفات کے بعد ہوئی ہے۔ کیونکہ خواجہ حسام الدین کا گم ہونا ہمارے خواجہ کی وفات کے بعد زیادہ درست معلوم ہوتا ہے، آپ نے سلطان المشایخ خواجہ نظام الدین محبوب الہی سے فیض حاصل کیا اور اجمیر سے کچھ کوس کے فاصلہ پر قصبہ سانبھر میں آپ کا مزار ہے۔

فرزندان

خواجہ معین الدین خورد، خواجہ قیام الدین بابر بال، آپ دونوں خواجہ حسام الدین کے صاحبزادگان اور ہمارے خواجہ کے پرپوتے ہیں، خواجہ معین الدین خورد کے متعلق کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ آپ نے خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کی صحبت سے فیض حاصل کیا، غرض ہمارے خواجہ کی اولاد امجاد کا سلسلہ یہاں تک بلا اختلاف سبکو تسلیم ہے۔

اولاد اب کہاں ہے

اجمیر، بلگرام، بہار، مدراس وغیرہ ہندوستان کے بعض مقامات پر کچھ خاندانوں کو اولاد خواجہ ہونیکا گمان یا دعویٰ ہے مگر اسوقت تک آخر الذکر تین خاندانوں کے نہ نسبی شجرے سامنے آئے ہیں نہ انکا گمان عام طور سے کسی دلیل کے ساتھ ظاہر ہوا ہے اسلئے انکے مقابلہ میں کوئی تائیدی اور تردیدی بحث مشکل معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ اولاد سے ہوں، اور ممکن ہے کہ نہ ہوں، بہرحال

تحقیق جاری ہے۔ البتہ یہ اجمیری خاندان کا دعویٰ اور دعویٰ کے دلائل سب میرے سامنے آچکے ہیں اور میری تحقیق یہ ہے کہ نہ انکا دعویٰ اب تک ثابت ہو سکا ہے اور نہ انکے دلائل نے کوئی وزن پایا ہے جس کی تفصیل میری دوسری کتاب میں دیکھنی چاہئے جو خاصکر اسی موضوع پر لکھی گئی ہے اور عنقریب چھپکر پبلک میں آنیوالی ہے۔

پیر بھائی اور خلفا

۵۸۲ھ میں پیر و مرشد سے رخصت ہوکر ۵۸۹ھ تک سات سال کے سفر میں پھر ۵۸۹ھ سے ۶۳۲ھ تک تینتالیس سال کے قیام اجمیر کی مدت میں خدا جانے ہمارے خواجہ کے ہاتھ پر ایک خدا کے کتنے بندے مرید ہو کر خلافت کی نعمت سے مالامال ہوئے ہونگے، کتابوں سے جن بزرگوں کا پتہ ملتا ہے وہ یہ ہیں۔

سب سے بڑے خلیفہ

ہمارے خواجہ کے سب سے بڑے خلیفہ سجادہ نشین اور جانشین خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ہیں، آپ قصبہ اوش میں ۵۵۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ میں آپ نے وفات پائی، موجودہ دلّی سے کچھ میل فاصلہ پر مہرولی نام ایک بستی میں آپ کا مزار ہے، آپ بڑے پایہ کے بزرگ ہوئے ہیں، اور آپ کے حالات آفتاب کیطرح روشن ہیں۔

قاضی قدوہ

خواجہ قدوۃ الدین نام، قاضی قدوہ عرف عام ہے۔ آپ روم کے بادشاہزادے تھے، نسب کی نسبت مشہور قول تو یہ ہے کہ آپ بنو اسرائیل سے ہیں، فرنگی محل کے بعض علما آپکو سید بتاتے ہیں، آپ خواجہ عثمان ہرونی کے مرید و خلیفہ ہیں، ہمارے خواجہ کے ساتھ ہندوستان میں تشریف لائے۔ ہمارے خواجہ کے حکم سے فیض آباد ضلع اودھ میں قیام کیا، وہیں وفات پائی، وہیں دفن ہوئے، قدوائیوں کا مشہور و معروف خاندان آپ ہی کی اولاد میں ہے۔ آپکی اولاد سے عالم فاضل، درویش، فقیر، رئیس امیر، سب ہی ہوئے ہیں۔ راجہ صاحب جہانگیر آباد آپ ہی کے اولاد سے ہیں۔ یہ حالات مولانا شیخ الطاف الرحمٰن قدوائی

رئیس بڑا گاؤں ضلع بارہ بنکی اودھ کی کتاب (احوال علماے فرنگی محل) کے آخر میں درج ہیں۔

خواجہ فخرالدین خواجہ فخرالدین حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے مرید، کاظمی سید اور ہمارے خواجہ کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ آپنے ہمارے خواجہ سے خلافت پائی ہے، اور ہمارے خواجہ کے ساتھ آپ ہندوستان تشریف لائے ہیں، جہانگیر بادشاہ کے زمانہ کے مشہور صوفی عالم مولانا غوثی شطاری اپنی کتاب گلزار ابرار میں ہمارے خواجہ کے خلفا کے حالات لکھتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ نے کئی بار اپنی زبان سے یہ فرمایا ہے کہ فخرالدین کے ساتھ ہمارا فخر ہے۔ اور لکھتے ہیں کہ آپ ہمیشہ اپنے پیر کی نصیحتوں کو اپنے قلم سے لکھا کرتے تھے۔ ۲۶ رجب ۶۴۲ھ میں آپ نے وفات پائی، اور ہمارے خواجہ کے پاس دفن ہوئے۔ چنانچہ آپکی قبر گنبد شریف کے ایک حجرہ میں اور آپکی بیوی کا مزار گنبد شریف کے دوسرے حجرہ میں ہے، ہمارے خواجہ کے موجودہ خدام سیدزادگان آپ ہی کی اولاد سے ہیں جو نسلاً بعد نسلاً اپنے بزرگ دادا کی وفات کے بعد مزار شریف کی خدمت کرتے چلے آرہے ہیں۔

شیخ محمد ترک آپ ترکستان کے رہنے والے ہیں، حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے مرید و خلیفہ ہیں، غالب گمان یہ ہے کہ آپ بھی ہمارے خواجہ کے ساتھ ہندوستان میں تشریف لائے اور ہمارے خواجہ کے حکم سے نارنول میں رہکر تبلیغ کا کام انجام دیا۔ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی نے آپ کے مزار کی زیارت کی ہے۔ ۶۴۲ھ میں آپکا انتقال ہوا۔ اور نارنول میں دفن ہوئے۔

خواجہ حمیدالدین سلطان التارکین شیخ صوفی حمیدالدین ناگوری ہمارے خواجہ کے مرید اور خلیفہ ہیں اور رسول اللہ کے مشہور صحابی حضرت سعید بن زید کی اولاد سے ہیں۔ آپنے بڑی عمر پائی ہے۔ سلطان المشائخ محبوب الٰہی کے زمانہ میں بھی آپ اس دنیا میں موجود تھے، ۲۹ ربیع الثانی ۶۷۳ھ کو آپ نے اس دنیا سے آخرت کا

سفر فرمایا. قبر شریف ناگور میں ہے. آپکے حالات بہت سی کتابوں میں مرقوم ہیں۔

شیخ محمدؐ یادگار شیخ محمد یادگار سبزوار کے حاکم تھے، خدا نے بہت کچھ دے رکھا تھا۔ جب ہمارے خواجہ سبزوار میں پہنچے تو آپ بھی مرید ہوگئے، اور مال و دولت سب کچھ لٹا کر ہمارے خواجہ کے ساتھ ہندوستان میں تشریف لائے اور ہمارے خواجہ کی وفات کے کچھ برس بعد انتقال فرماکر ہمارے خواجہ کے مزار مبارک سے کچھ ہی فاصلہ پر دفن ہوئے۔ چنانچہ درگاہ شریف میں اولیا مسجد سے جانب جنوب اور بیگمی دالان سے جانب شمال بیچ میں ایک چاردیواری کے اندر آپکا مزار ہے۔ اور ہمارے خواجہ کے خدام شیخزادگان آپ ہی کی اولاد سے ہیں۔ مولانا جمالی نے اپنی کتاب سیدالعارفین میں لکھاہے کہ ہمارے خواجہ نے لاہور پہنچنے سے پہلے شیخ محمد یادگار کو علاقۂ حصار میں چھوڑدیا تھا چنانچہ وہیں انکا مزار ہے، لیکن شیخ جمالی کا یہ بیان کسی طرح درست نہیں ہے، جسکی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

شیخ نظام الدین گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ شیخ نظام الدین گوشہ نشین درویش تھے ہمارے خواجہ کی خدمت سے ایک لمحہ بھر جدا نہیں ہوئے۔ بلکہ جدائی کو اپنا انتہائی نقصان سمجھتے تھے، ہمارے خواجہ کی زبان سے کئی بار آپ کیلئے یہ جملہ نکلا ہے کہ ہمارا نظام نظام الدین کے ساتھ ہے۔

خواجہ کا آستانہ ہمارے خواجہ کی رحلت کے بعد آپکی اولاد امجاد یہاں سے دوسرے مقامات پر تشریف لیگئی۔ لیکن خدام کرام نے کسی وقت بھی اس آستانہ کو نہیں چھوڑا، زمانہ کے گرم و سرد کو دیکھا، انقلاب کی صبح و شام دیکھی، خوشحالی اور فقر و فاقہ کی راحت اور مصیبت اٹھائی۔ مگر اجمیر کی زمین سے اٹھ کر کسی دوسری جگہ جاکر نہ بیٹھے، اور ہمارے خواجہ کا آستانہ تمام ہندوستان کا مرکز بنا رہا۔ آجتک بنا ہوا ہے۔ اور انشاءاللہ قیامت تک بنا رہے گا، خواجہ فریدالدین گنجشکر، مخدوم جہانیاں جہاں گشت،

حضرت مجدد الف ثانی، سیدنا ابو العلا، شیخ سلیم چشتی، شیخ نظام نارنولی، با با گورو نانک اور بہت سے ہندوستان کے بزرگ ہمارے خواجہ کے آستانہ پر حاضر ہوئے، اسی طرح سلطان محمود خلجی، سلطان مظفر گجراتی، اکبر اعظم، جہانگیر، شاہجہان، عالمگیر اور بہت سے ہندوستان کے بادشاہ اس آستانہ پر سر کے بل حاضر ہوئے، چنانچہ ولی الهند کی بارگاہ۔ سلطان الهند کا دربار۔ ہماری دو کتابوں میں اسکی پوری تفصیل موجود ہے۔ اور یہ کتابیں عنقریب پبلک میں آنیوالی ہیں۔

درگاہ کی عمارتیں

مختلف زمانوں میں حاضر ہونیوالے بادشاہوں نے جو عمارتیں درگاہ شریف میں بنوائی ہیں ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے اسکے لئے نثار الملک میر آحدی صاحب اجمیری کی کتاب سیر اجمیر دیکھنی چاہیئے جو دار الاشاعت معینیہ فخریہ خدام خواجہ نے شائع کی ہے۔

خاتمہ

یہ کتاب اللہ کے نام سے شروع کی گئی تھی۔ اب اللہ کے نام ہی پر تمام کی جاتی ہے۔ دعا ہے کہ ہمارے خواجہ سے عقیدت رکھنے والے حضرات اسے شوق سے پڑھیں اور حضرت خواجہ کی مبارک زندگی سے سبق حاصل کریں۔

بیت المعنی
۸ر جمادی الثانیہ ۱۳۴۹ھ
۳۱ر اکتوبر ۱۹۳۰ء
بروز جمعہ

معنی
خاک نشین آستانۂ عالیہ
اجمیر شریف

دار الاشاعت معینیہ فخریہ خدام خواجہ اجمیر شریف

خواجہ عثمان ہارونی

مصنفہ صاحبزادہ مولوی سید اعجاز علی صاحب اجمیری

اس رسالہ میں حضرت خواجہ بزرگ اجمیری کے پیر و مرشد کی مبارک زندگی کے مبارک حالات مرقوم ہیں۔ ... قیمت ۴/

خواجہ قطب الدین

اجمیری خواجہ کے خلیفہ اعظم سجادہ نشین اور جانشین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے حالات نوشتہ مولانا خواجہ معنی اجمیری قیمت ... ۲/

خواجہ فخر الدین

خدام خواجہ حضرت صاحبزادگان کے جد اعلیٰ حضرت خواجہ اجمیر کے پیر بھائی اور خلیفہ حضرت خواجہ فخر الدین کی زندگی کے حالات مرتبہ مولانا خواجہ معنی اجمیری قیمت ... ۴/

خواجہ فرید الدین

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کے خلیفہ اعظم سجادہ نشین و جانشین حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کی زندگی کے حالات محققانہ انداز میں تحریر ہیں۔ نگاشتہ مولانا خواجہ معنی اجمیری قیمت ۶/

سیر اجمیر

مصنفہ شاد الملک، میر احمدی اجمیری

اس رسالہ میں اجمیر شریف کے تمام تاریخی مقامات مزارات کی تاریخ بیان کی گئی ہے اور یہ مختصر رسالہ بڑی کتابوں کا لب لباب ہے قیمت ۳/

تاریخ السلف

ازقلم مولانا خواجہ [illegible] اجمیری

اس کتاب میں حضرت خواجہ بزرگ کی قدیم سوانح عمریوں پر تاریخی نقطہ نگاہ سے تبصرہ کیا گیا اور یہ کتاب ہندوستان کے اکثر و بیشتر مشہور اہل علم و اہل قلم اصحاب سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔ چند جلدیں باقی ہیں اور سب دوسری بار مفید اضافوں کے ساتھ شائع کی جا رہی ہے۔

قیمت ... عہ

سید محمد امین نائب و ناظم دار الاشاعت معینیہ فخریہ اجمیر

بفضل حمایت حضور غریب نواز

مجلہ آستانہ

زیر ادارت حضرت کامل اجمیری

تمام ہندوستان کے واحد اسلامی مرکز اور سارے مسلمانوں کے قبلہ
عقیدت آستانہ حضرت اجمیر سے ہر مہینہ شائع ہونے والے
مجلہ آستانہ کو ضرور پڑھئے جس میں بزرگان دین کے حالات
صوفیانہ مضامین تاریخی اور ادبی مقالات ہوتے ہیں جو ابتداء سالہا
گذشتہ دو برس تک ہفتہ وار پرچہ کی صورت میں شائع ہوا کرتا تھا مگر
موجودہ اقتصادی مقاصد کی تکمیل کیلئے جس کا اجراء عمل میں آیا ہے اس کے لئے
اسکا ماہوار ہونا مناسب سمجھتے ہوئے اب اسے ماہوار کر دیا ہے۔ اور
انگریزی نئے سال سے ایک ہفتہ وار اخبار بھی جاری کر دیا جائیگا

سالانہ چندہ اشتہاری عہ — منیجر مجلہ آستانہ اجمیر شریف